جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اِصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ لاہور

نومبر ۲۰۱۶ء

بیاد

عالمِ ربّانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۱۱	صفر المظفر ۱۴۳۸ھ / نومبر ۲۰۱۶ء	جلد : ۲۴

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

امریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور ای میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۷
حیاتِ سیّدنا آدم علیہ السلام	حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۱۱
ولادت باسعادت سیّد الکونین رحمة للعالمین ﷺ کی یاد کس طرح منائی جائے ؟	حضرت اَقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ	۲۸
فضائل کلمہ طیبہ اور اُس کی حقیقت	حضرت مولانا محمد اِدریس صاحبؒ اَنصاری	۴۰
ماہِ صفر المظفر منحوس نہیں	حضرت مولانا مفتی محمد شفیق شاہ صاحب	۴۵
فضائلِ آیت الکرسی	حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ صاحب	۵۲
مطالعہ کیوں اور کیسے ؟	حضرت مولانا مفتی سمیع اللہ صاحب	۵۹
اخبار الجامعہ		۶۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

ہمارے جامعہ مدنیہ جدید کے ایک مدرس ہیں جو لاہور میں ایک اہم مسجد کے خطیب بھی ہیں مانسہرہ سے ان کا تعلق ہے مجھے بتلانے لگے کہ

''رمضان المبارک میں ہمارے علاقہ کے مدارس والے آیا کرتے ہیں اِس لیے ہماری مسجد میں نماز جمعہ کے بعد دینی مدارس کے لیے چندہ کا مطالبہ کر دیا جاتا نمازی حسبِ توفیق حصہ ڈالتے اور چلے جاتے پورے ماہ کا مجموعی چندہ مشکل سے پچیس تیس ہزار روپے ہوتا، گزشتہ ماہ حکومتی پابندیوں اور ایکشن پلانوں کی وجہ سے بہت سی مساجد میں چندہ مہم پر پابندی رہی ہماری مسجد میں بھی جمعوں کے مواقع پر مطالبہ نہ کیا گیا اور رمضان کا مہینہ چندہ مہم کے بغیر ہی گزر گیا، رمضان کے بعد ایک نامعلوم صاحب آئے پوچھنے لگے کہ رمضان میں مساجد و مدارس کے لیے اس بار چندہ طلبی کیوں نہ کی گئی ؟ میں نے بتلایا کہ حالات کے جبر نے چندہ مہم چلنے نہ دی ! ! وہ صاحب تقریبًا ڈیڑھ لاکھ روپے مجھے دے کر کہنے لگے اُن سب مدارس کو اِس میں سے چندہ بھجوادیں ! ! ! اور یہ جا اور وہ جا............ جب چندہ کا مطالبہ کیا جاتا تھا تو بمشکل پچیس تیس ہزار اور ''جبر'' میں ڈیڑھ لاکھ ! ! ! ''

بقرعید کے موقع پر پنجاب حکومت نے مدارس پر بغیر پیشگی اجازت نامہ کے قربانی کی کھالیں جمع کرنے پر پابندی لگادی، مجھے ایک طالب علم نے بتلایا کہ

"ڈیرہ غازی خان کے نواح میں ایک چھوٹے سے دینی مدرسہ میں عید سے ایک روز قبل رات کے وقت مقامی تھانیدار صاحب اپنے اہل کاروں سمیت آئے اور کہا کہ حکومتِ پنجاب کی طرف سے پابندی لگائی گئی ہے لہٰذا آپ کل کھالیں جمع نہیں کر سکتے اور قربانی کی کھالوں کی جگہ سے شامیانے اور کتبے اُتر وادیے پھر اِسی پر بس نہیں کی بلکہ مسجد کے ہی اسپیکر کھلوا کر اعلان بھی کرادیا کہ خبردار کھالوں کے جمع کرنے پر پابندی ہے لہٰذا کوئی مدرسہ کو کھالیں نہ دے، مدرسہ میں جمع ہونے والی کھالوں کی تعداد چالیس پچاس کے قریب ہو جایا کرتی تھی۔ اگلی صبح عید کا دن تھا نمازِ عید کے بعد مدرسہ کے منتظم صاحب نے حاضرین کو بتلایا کہ ہم کھالیں جمع نہیں کر سکتے حکومت کی طرف سے پابندی ہے لہٰذا ہماری طرف سے کوئی رضا کار نہیں آئے گا ! مگر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ لوگ خود رضا کارانہ انداز میں کھالیں لاکر مدرسہ میں جمع کراجاتے !! دو دن بعد گنتی کی گئی تو پتہ چلا کہ پابندی سے پہلے چالیس پچاس اور پابندی کے بعد دو سو پچاس کھالیں مدرسہ میں جمع ہوگئیں !!!!"

ایجنسیوں کے ذمہ دار حضرات جامعہ مدنیہ جدید میں بھی آتے رہتے ہیں بعض یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ سات آٹھ سو اَفراد کا صبح شام کھانا اور دیگر اُمور کیسے انجام پاتے ہیں ہم حیران ہیں تو ہم بھی اُن کو جواب میں یہی بات کہہ دیتے ہیں کہ ہم بھی حیران ہیں کہ یہ معاملات کیسے انجام پارہے ہیں ! اور اللہ تعالیٰ کیسا انتظام فرمادیتے ہیں !!

ایک بار جامعہ میں آئے ہوئے پولیس والے اور دیگر افراد سے اِسی نوعیت کی باتیں ہو رہی تھیں تو میں نے اُن میں سے ایک کو جامعہ کے لیے چندہ دینے کو کہا پھر میں نے یہ بھی کہا کہ صرف دس روپے دے دیں، انہوں نے جیب سے سو کا نوٹ نکال کر دے دیا، میں نے قریب بیٹھے ایک ذمہ دار سے کہا

کہ اِن کو رسید کاٹ دیں، پھر میں نے اُن سے کہا میں نے آپ سے دس روپے کہے آپ انکار نہ کرسکے اور دیئے تو دس گنا بڑھا کر سو روپے دے دیئے .... ! ایسا کیوں ہوا .... ؟ سوائے اللہ کے اور کون ہے جس نے آپ کے دل میں یہ بات ڈال دی حالانکہ آپ حساب لینے آئے تھے مگر خود شکار ہوگئے ! اس لیے ہم بھی حیران ہیں اور آپ بھی کہ ۔ یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے ؟ ؟ ؟

بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ اِس دھرتی پر'' قَالَ اللّٰہُ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ '' کی صدائیں بلند ہوتی رہیں تب تک دنیا کی کوئی طاقت ان کو بند نہیں کرسکتی، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ یَاْبَی اللّٰہُ اِلَّا اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ . (سُورۃ التوبۃ : ٣٢)

''چاہتے ہیں (منکرین) کہ بجھادیں اللہ کا نور اپنے منہ سے (پھونک کر) اور اللہ اپنے نور کو پورا کرکے ہی رہیگا چاہے برا مانیں منکرین۔''

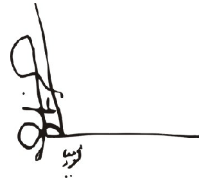

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(١) مسجد حامد کی تکمیل

(٢) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور دَرسگاہیں

(٣) کتب خانہ اور کتابیں

(٤) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔(اِدارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرومرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس ؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدس ؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔(آمین)

اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی ، زبانی توبہ کافی نہیں
عاجزی اور گناہوں پر پشیمانی اللہ کو پسند ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

مشکوۃ شریف میں ایک طویل حدیث ہے حضرت اَبوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جنابِ آقائے نامدار ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

اے میرے بندو! میں نے اپنے اُوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور تمہارے اُوپر بھی آپس میں ایک دُوسرے پر ظلم کرنے کو حرام قرار دیا ہے فَلَا تَظَالَمُوْا پس ایک دُوسرے پر ظلم نہ کرو۔

اے میرے بندو ! تم سب کے سب بھٹکنے والے ہو سوائے اُس کے جس کو میں راہ پر لگاؤں فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دُوں گا۔

اے میرے بندو ! تم سب کے سب بھوکے ہو سوائے اُس کے کہ جس کا میں پیٹ بھروں فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْکُمْ پس مجھ سے طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔

اے میرے بندو ! تم سب کے سب بے کپڑے ہو سوائے اُس کے کہ جس کو میں کپڑا عنایت کروں فَاسْتَکْسُوْنِیْ اَکْسُکُمْ پس مجھ سے کپڑے طلب کرو میں تمہیں پہناؤں گا۔

اے میرے بندو ! تم دن میں بھی گناہ کرتے ہو اور رات میں بھی، اور میری شان یہ ہے کہ میں تمہارے سب کے سب گناہ بخش دیا کرتا ہوں فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْلَکُمْ پس تم مجھ سے مغفرت چاہو میں تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دُوں گا۔

اے میرے بندو ! تم اپنے خالق کو نہ نفع پہنچا سکتے ہو اور نہ نقصان۔

اے میرے بندو ! اگر تم اَوّل و آخر اِنسان و جنات سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں کوئی بڑے سے بڑا متقی ہو تو اِس سے میرے مُلک میں کوئی زیادتی نہ ہوگی۔

اے میرے بندو ! اگر تم میں اَوّل و آخر اِنسان و جنات سب ایسے ہو جائیں جو تم میں سب سے زیادہ خراب ہو تو اِس سے میری سلطنت میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

اے میرے بندو ! اگر تمہارے اَوّل و آخر اِنسان و جنات کسی جگہ پر کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کردیں اور میں ہر ایک اِنسان کو وہ دے دُوں جو وہ مانگے تو ایسا کرنے سے میرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اے میرے بندو ! یہ جو کچھ بھی ہیں تمہارے ہی اَعمال ہیں، یہ میں تمہارے کیے ہوئے تمہارے اُوپر شمار کرتا ہوں پھر یہ اَعمال پورے کے پورے تمہیں پہنچا دُوں گا۔

فَمَنْ وَّجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ پس جو اچھائی پائے تو اُسے چاہیے کہ اللہ کا شکر کرے وَمَنْ وَّجَدَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَہٗ [1] اور جو اِس کے علاوہ (برا خمیازہ) پائے تو اُسے چاہیے کہ اپنے نفس کو ملامت کرے۔ قرآنِ حکیم میں ہے :

﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَہٗ o وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَہٗ﴾ [2]

''جو ذرّہ برابر بھی نیکی کرتا ہے وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جو ذرّہ برابر بھی برائی کرتا ہے وہ اُس (کے برے انجام) کو دیکھ لے گا۔''

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۳۲۶ [2] سُورة الزلزال : ۷ ، ۸

گویا بُرے کو برائی کا بدلہ اور اچھے کو بھلائی کا بدلہ مِل کر رہے گا خواہ دُنیا میں ہو خواہ آخرت میں تو اِنسان کو چاہیے کہ معمولی گناہوں سے بھی اِجتناب کرے صغیرہ گناہوں کے لیے بھی اِستغفار کرے، حق تعالیٰ کے حضور گڑگڑائے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہ جس کو وہ معمولی اور چھوٹا سمجھتا ہے اُس کی گرفت اور عذاب کا باعث بن جائے۔

صرف زبانی اِستغفار کافی نہیں :

یہ بات بار بار کہہ چکا ہوں کہ اِستغفار صرف زبان سے کافی نہیں، زبانی توبہ کا کوئی اِعتبار نہیں اِستغفار تب معتبر ہے جب اَوّل گناہوں پر نادم ہو، جرم خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو مگر جب دل میں ندامت اور شرمندگی ہوگی اور اُس گناہ کے باعث اپنے آپ کو ملامت کرے گا تو حق تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ معاف فرمادیں گے۔

حدیث شریف میں بنی اِسرائیل کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ بنی اِسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے پوری زندگی گناہوں میں گزاردی تھی، بڑے بڑے قتل جیسے جرائم اُس سے صادر ہوئے تھے آخر میں وہ اپنے جرائم اور اپنی سیہ کاریوں پر نادم ہوا اور ایک راہب کے پاس چلا آیا، اُس کے سامنے اپنا حال بیان کیا تو اُس نے کہا کہ تو بہت بڑا مجرم ہے تیرے جرائم معاف ہونے کے نہیں، یہ سن کر اُس نے راہب کو بھی قتل کر ڈالا اور ایک اور کے پاس اِسی غرض سے چلا گیا اِس کے حالات سن کر اِس کو ایک اور صاحب کے پاس جانے کا مشورہ دیا کہ وہ خدا کا نیک بندہ ہے اُس کے سامنے توبہ کرنا چنانچہ وہ گناہوں پر نادم اِنسان اُس شخص کی طرف روانہ ہوا، ابھی اُس نے بہت کم مسافت طے کی تھی کہ موت آ پہنچی، آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی جب چلنے کے قابل نہ رہا تو سینے کے بل گھسٹنے لگا، اُس کے پاس رُوح قبض کرنے کے لیے جب فرشتے آئے تو فرشتوں میں گفتگو ہوئی۔

رحمت کے فرشتے کہتے کہ اِس کی رُوح ہم قبض کریں گے کیونکہ یہ گناہوں پر نادم اور پشیمان تو ہو ہی چکا ہے۔
عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ یہ بہت گناہگار رہے اِس لیے اِس کی جان ہم لیں گے۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم بھیجا کہ زمین ناپ لو، اگر اِس نے مسافت زیادہ طے کی ہے تو اِس کی جان رحمت کے فرشتے قبض کریں ورنہ عذاب کے فرشتے، اگرچہ اِس نے مسافت کم طے کی تھی مگر حق تعالیٰ کی رحمت سے اِس طرف زمین سمیٹی جس طرف وہ جار ہا تھا جب زمین کو ناپا گیا تو ایک بالشت وہ زیادہ نکلا جو وہ طے کر چکا تھا بس پھر تو رحمت کے فرشتے اِس کی رُوح لے گئے۔[1]

چونکہ وہ دل میں سخت نادِم تھا شرمسار تھا اِس لیے حق تعالیٰ کو اُس کی ندامت اور شرمساری پسند آئی، شاید ایک بالشت ہی وہ گھسٹا ہوگا، جو ایک بالشت کا فرق ملائکہ کو دکھایا گیا اور حق تعالیٰ قریب کو بعید اور بعید کو قریب کرنے پر قادر ہیں۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ گناہ جتنے بھی ہوں مگر ندامت پشیمانی اِستغفار اور عاجزی سے حق تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔

(بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۴؍جون ۱۹۶۸ء)

وفیات

۵؍اکتوبر کو مرحوم محمد فاروق صاحب نیازی کی اہلیہ اور خواجہ اقبال احمد صاحب کی ہمشیرہ لاہور میں طویل علالت کے بعد وفات پاگئیں۔

۲۱؍اکتوبر کو جناب خواجہ اقبال احمد صاحب کی اہلیہ صاحبہ طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پاگئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الدعوات رقم الحدیث ۲۳۲۷

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۳ ، قسط : ۲

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حیاتِ سیّدنا آدم علیہ السلام

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

حضرت آدم علیہ السلام کو دوبارہ جنت میں کیوں نہیں واپس کیا گیا ؟

غلطی معاف ہوئی لیکن سوال یہ ہے کہ معافی کے بعد دوبارہ جنت میں کیوں نہیں پہنچایا گیا ؟

لیکن جو شخص اِس حقیقت سے واقف ہے اُس کو کوئی خلجان پیدا نہیں ہو سکتا (کہ خداوند عالم نے جس طرح ہر چیز میں تاثیر پیدا کی ہے اِسی طرح انسانی عمل میں بھی تاثیر پیدا کر دی جو قانونِ قدرت کے بموجب احکامِ الٰہی کے ماتحت ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے) جرم کی معافی اور چیز ہے اور عمل کی تاثیر دُوسری چیز، جرم کے معاف ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ عمل کی تاثیر بھی ختم ہو جائے، کوئی انسان شکار پر گولی چلائے وہ کسی انسان کے لگ جائے اگرچہ غلطی ہے مگر اِس بناء پر کہ غلطی ہے موت کو دفع نہیں کیا جا سکتا، گناہ بے شک نہیں مگر قتلِ نفس جو اِضطراری طور پر سرزد ہو گیا اُس کی بناء پر شریعت نے کفارہ مقرر کر دیا،

مرنے والے کی موت بھی اُسی کے حکم سے ہے اور کفارہ بھی اُسی کے حکم سے واجب ہوا۔
غلطی سے لفظ طلاق زبان سے نکل گیا، اگرچہ غلطی ہے اور اگرچہ بلا وجہ طلاق کا گناہ اُس پر عائد نہ ہوگا مگر طلاق ضرور واقع ہو جائے گی۔
نماز میں اگر سہو ہو تو اگرچہ گناہ نہیں مگر سجدۂ سہو ضرور واجب ہوگا ورنہ نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

اثرِ گناہ :

مختصر یہ کہ جرم نہ رہنے سے عمل کی تاثیر ختم نہیں ہوتی۔ بہرحال درخت کے کھانے کی ایک تاثیر تھی جو بہر طور ظہور پذیر ہوئی، امر تکوینی کے سلسلے میں جو اِس اخراج اور پھر واپس نہ کرنے کی حکمت ہے وہ سورۂ اعراف کے رکوع ۳ کی ابتدائی آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔

﴿ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ﴾ [1]

''پس جب چکھا دونوں نے درخت، اُن پر کھل گئے عیب اُن کے اور جوڑنے لگے اپنے اُوپر جنت کے پتے۔''

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِس کی تفسیر فرماتے ہیں :

''اُن کے عیب اُن پر مخفی تھے یعنی استنجا اور شہوت کی حاجت جنت میں نہ تھی نیز اُن کے اُوپر کپڑے تھے وہ بھی کبھی نہ اُترتے تھے اِس لیے کہ اُتارنے کی حاجت نہ ہوتی تھی اور یہ اپنے اعضاء سے واقف نہ تھے جب یہ گناہ ہوا تو لوازمِ بشری پیدا ہوئے اپنی حاجت سے خبردار ہوئے اور اپنے اعضاء دیکھے۔''

دو دُعائیں :

اُس وقت دو دُعائیں مانگی گئیں دونوں قبول ہوئیں :

مگر ایک دُعا خدا کے نبی کی تھی ایک دُعا غرور اور سرکشی کے پیکر یعنی ابلیس کی۔

[1] سُورة الاعراف : ۲۲

خدا کے نبی نے مغفرت، رحمتِ خداوندی آمُرزِش[۱] اور عفوو کرم کی دُعا مانگی جو قبول ہوئی اور آدم علیہ السلام اِس دُنیا میں خدا کے سب سے پہلے مقرب اور مقبول بندے ہوئے۔

اِس کے برعکس شیطانی دُعا میں قیامت تک کی مہلت طلب کی گئی تھی اور یہ کہ اولادِ آدم کو گمراہ کرنے کی طاقت اُس کو بخش دی جائے ...... یہ دُعا اُس کے لیے مقبول ہوئی پھر اِرشاد ہوا :

﴿ اِهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَّ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ o قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ﴾ (سُورۃ الاعراف : ۲۴،۲۵)

''اُترو تم، ایک دُوسرے کے دُشمن ہوئے اور تم کو زمین میں ٹھہرنا ہے اور برتنا ہے ایک وقت تک، اِرشاد ہوا کہ تم اِسی میں جیو گے اور اِسی میں تم مروگے اور اِسی سے نکالے جاؤ گے۔''

عہدِ اَلست :

میں خود اِس دُنیا میں کچھ عرصہ پہلے پیدا ہوا تھا جبکہ میں جنین کے بجائے شیر خوار بچہ بنا تھا اور میرے اعزاء واَقارب نے ایک کان میں اذان اور ایک کان میں تکبیر پڑھ کر میرے دُنیاوی قیام کی ایک مثال پیش کی تھی یعنی یہ کہ میری موت پیدائش سے اُتنی ہی قریب ہے جتنی اذان سے تکبیر یا بعنوانِ دیگر وہ اذان وتکبیر اُس نماز کی تھی جو وفات کے بعد جنازہ پر پڑھی جائے گی۔

خدا کی پناہ انسان بھی کس قدر جلد باز ہے، پیدا ہوتے ہی وفات کی اطلاع دے دی، بہرحال قیامِ دُنیا کی مدت کتنی ہی مختصر کیوں نہ ہو مگر مجھے یقین ہے کہ میری عمر اُس سے بہت زیادہ ہے مجھے خود یاد نہیں کہ میں کب پیدا ہوا ہاں اِتنا ضرور یاد ہے کہ ہزاروں لاکھوں برس گزرے کہ جب میں پیدا ہوا۔

آپ کیا ہیں یا میں کیا ہوں ؟

دُنیا کو ''زُور'' کہا گیا ہے کیونکہ یہ بہت ہی زیادہ جھوٹی ہے اِس میں سراسر دھوکا ہی دھوکا ہے

---

[۱] بخشش، عطا

اِنسان رات دن دھوکے ہی میں مبتلا رہتا ہے ''اِلا ماشاء اللہ'' اِس سے بڑھ کر دھوکا کیا ہوسکتا ہے کہ زید مثلاً آج تک یہی خیال کرتا رہا کہ اِن مادّی ہاتھ پاؤں زبان منہ آنکھ ناک کان وغیرہ کا نام زید ہے لیکن آپ غور کریں تو زید کی حقیقت کو اِن چیزوں سے اِتنا ہی واسطہ ہے جتنا زید کو اپنے لباس اور پوشاک سے، زید جب بچہ تھا تب بھی زید ہی تھا اور جب جوان ہوا تب بھی زید ہی تھا اور اب بڑھاپے کی بدترین حالت میں ہے بینائی جاتی رہی قویٰ بیکار ہوگئے ہاتھوں میں رعشہ اور پیروں میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہوگئی تب بھی زید ہی ہے، اگر امیر ہے تب بھی زید ہی ہے اور خدانخواستہ تباہ حال اور فاقہ مست ہوگیا تب بھی زید ہی ہے۔ حقیقت یہ کہ زید کچھ اور ہی ہے اُس کو آپ ''رُوح'' کہیے یا اربابِ طریقت کی اصطلاح کے بموجب ''نَسمہ'' کہیے بہرحال اُس کا نام زید ہے، یہ حقیقی زید اُس وقت پیدا نہیں ہوا جبکہ وہ بطنِ مادر سے خارج ہوا بلکہ سیّدنا حضرت آدم علیہ السلام کی دُنیا میں تشریف آوری سے بھی بہت پہلے وہ پیدا ہو چکا تھا ! ! ! اور عجیب بات ہے یہ اُسی وقت ایک عہد بھی کر چکا تھا ! ! !

یہ کب کی بات ہے ؟

﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا ج اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ o اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴾ (سُورۃ الاعراف : ۱۷۲ ، ۱۷۳)

''(اے نبی لوگوں کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب تمہارے رب نے نکالی آدم کے بیٹوں سے اُن کی پیٹھوں میں سے اُن کی اولاد (یعنی وہ تمام اولادِ آدم جو نسلاً بعد نسلٍ اور پشت در پشت پیدا ہونے والی تھی اُس سب کو برآمد کر دیا) اور خود اُن سے اُن کے نفسوں اور جانوں پر گواہی دلوائی کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں ؟ سب نے جواب دیا تھا ہاں تو ہی ہمارا پروردگار ہے ہم نے اِس کی گواہی دی اور یہ اِس لیے

کیا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن عذر کر بیٹھو کہ ہم اِس سے بے خبر رہے یا کہو کہ خدایا شرک تو ہم سے پہلے ہمارے باپ دادوں نے کیا تھا ہم اُن کی نسل میں بعد کو پیدا ہوئے (اور لاچار وہی راہ چلے جس پر پہلوں کو چلتے پایا) تو پھر کیا تو ہمیں اِس بات کے لیے ہلاک کرے گا (جو ہم سے پہلے) باطل پرستوں اور جھوٹی راہ چلنے والوں نے کی تھی۔''

عہد اَلست کی تفسیر ترمذی شریف کی حدیث سے :

ترمذی شریف کی ایک حدیث سے اِس عہد کی توضیح اِس طرح ہوتی ہے کہ

''جب خداوند عالم جل مجدہٗ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر لیا تو پشت آدم پر دستِ قدرت پھیرا پس ہر ایک وہ نَسمہ (رُوح) جس کو خداوند عالم آدم علیہ السلام کی اولاد میں قیامت تک پیدا کرے گا حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے جھڑ پڑا اُن میں سے ہر ایک کی پیشانی پر ایک نور تھا پھر اُن تمام نسمات (رُوحوں) کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام : خداوندا یہ کون ہیں ؟ اِرشادِ خداوندی : تمہاری اولاد

پھر آدم علیہ السلام نے ایک ''نسمہ'' کو دیکھا جس کی پیشانی کے نور نے خود حضرت آدم علیہ السلام کو حیرت زدہ کر دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام : خداوندا یہ کون ہیں ؟

اِرشادِ ربانی عزوجل : آخری اُمتوں میں سے ایک شخص ہوگا جس کا نام داؤد ہوگا[1]

حضرت آدم علیہ السلام: خداوندا اِس کی عمر کیا ہوگی ؟ اِرشادِ ربانی عزوجل: ساٹھ سال

حضرت آدم علیہ السلام: اِلٰہ العالمین میری عمر میں سے چالیس سال اِس کو دے دیجئے۔

---

[1] علی نبینا وعلیہ السلام۔

اِس کے بعد جب آدم علیہ السلام دُنیاوی زندگی ختم کر چکے اور واپسی کا وقت آیا تو ملک الموت حاضر ہوئے۔

حضرت آدم علیہ السلام : کیا میری عمر میں چالیس سال باقی نہیں رہے ؟

ملک الموت : کیا آپ نے اپنے (بیٹے) داؤد علیہ السلام کو دے نہیں دیے تھے !

سیّدالانبیاء رحمۃ للعالمین علیہ السلام نے اِس واقعہ کو نقل فرمانے کے بعد فرمایا :

☆ آدم علیہ السلام نے انکار کیا تو اولاد نے بھی انکار کیا۔

☆ آدم علیہ السلام بھول گئے تو اولاد بھی بھول گئی۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام نے خطا کی تو اولاد بھی خطا کرنے لگی۔'' [۱]

مفسرِ قرآن علامہ اِبن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیتِ کریمہ میں شہادت [۱] سے مراد انسان کی فطرت ہے یعنی انسان کی پیدائش اور پیدائشی وضع ہی اِس قسم کی ہے کہ انسان کو توحید کی طرف ہدایت کرتی ہے، علامہ موصوف کے نزدیک آیت کی تفسیر یہ ہے کہ خداوند عالم نے اولادِ آدم کو اُن کے آباء کی پشتوں سے پیدا ہی اِس صورت پر کیا کہ وہ فطرتاً شاہد ہیں کہ اُن کا رب اور اُن کا مالک ایک ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ علامہ موصوف مندرجہ ذیل آیت سے اِستدلال کرتے ہیں :

﴿ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ﴾ [۲]

''سوتو سیدھا رکھ اپنا منہ دین پر ایک طرف کا ہو کر، وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو، بدلنا نہیں اللہ کے بنائے ہوئے کو۔'' (شاہ عبدالقادرؒ)

اس آیت کی تفسیر صحیحین کی اِس حدیث سے ہوتی ہے :

---

[۱] ﴿ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴾

[۱] ترمذی شریف تفسیر سُورۃ الاعراف ج ۱ ص ۱۳۳ [۲] سُورہ رُوم : ۳۰

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ كَمَثَلِ الْبَهِيْمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةَ هَلْ تَرٰى فِيْهَا جَدْعَاءَ. (بخاری شریف رقم الحدیث ۱۳۸۵)

''ہر ایک بچہ ایک ہی فطرت اور طبیعت پر پیدا کیا جاتا ہے اُس کے ماں باپ اُس کو یہودی نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح جانور کہ وہ صحیح سالم ہی پیدا ہوتا ہے کیا تم نکٹے اور کن کٹے پیدا ہوتے دیکھا کرتے ہو۔''

نیز مسلم شریف کی روایت ہے :

وَاِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ ، وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاَجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ.[1]

''اللہ تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا ہے کہ میں نے تمام بندوں کو دینِ حنیف ہی پر پیدا کیا ہے پھر اُن کو شیاطین گھیر لیتے ہیں اور دینِ فطرت سے اُن کو بہکا دیتے ہیں اور وہ چیزیں اُن پر حرام کر ڈالتے ہیں جو میں نے اُن کے لیے حلال کی تھیں۔''

اس تفسیر کے بموجب مذکورہ بالا آیت کریمہ انسانی فطرت کی تمثیل ہوگی اور عہدِ الست یا شہادت سے ایک حالی معاہدہ اور حالی شہادت مراد ہوگی یعنی انسان کی زبانِ حال یہ عہد کر رہی ہے اور یہ شہادت دے رہی ہے کہ اُس کا رب ایک ہے۔ اس تفسیر کے بموجب اِس آیت کا تعلق ہمارے مبحث (یعنی سیّدنا آدم علیہ السلام کے حالات) سے نہ ہوگا نیز اِس تفسیر کے بموجب یہ اعتراض بھی وارد نہ ہوگا کہ اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ ہوا تھا تو یاد کیوں نہیں اور جب یاد نہیں رہا تو معاہدہ سے فائدہ کیا تھا اور اُس کی مخالفت کی بناء پر اولادِ آدم کس طرح مستوجبِ سزا و عذاب ہوسکتی ہے۔

علامہ موصوف تو یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ محققین علماء کا قول یہی ہے لیکن اِس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ محققین علماء نے آیت کی تفسیر اُس کے ظاہری ترجمہ کے مطابق ہی کی ہے جس کی توضیح

[1] مسلم شریف کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا و اھلھا رقم الحدیث : ۲۸۶۵

ترمذی شریف کی حدیث سے ہوتی ہے جس کو مصنف نے ''حسنٌ صحیحٌ'' کہا ہے۔ رہی دوسری آیت یا بخاری اور مسلم کی احادیث تو وہ دوسرے معنی اَدا کر رہی ہے جس کا آیتِ الست سے کوئی معارضہ نہیں کیونکہ عہدِ الست کی آیت کا مضمون یہ ہے کہ جس طرح حضرت حق جل مجدہٗ نے آدم علیہ السلام کو خلعتِ خلافت سے نوازا، ملائک سے اُس کا اقرار کرایا، شیطان کو بغاوت و تمرد کی بناء پر ملعون کیا اِسی طرح اولادِ آدم سے بھی ایک عہد لیا اور اِسی طرح انبیاء علیہم السلام سے بھی ایک معاہدہ ہوا (جس کا ذکر اِنشاء اللہ آئندہ آئے گا) یہ تمام واقعات پیدائشِ آدم کے وقت ہوئے۔

اب لامحالہ ملائک، اولادِ آدم اور شیاطین کل مخلوقات اور تمام کائنات کے تین ہیرو ہوں گے، اِن میں سے ہر ایک کی فطرت دوسرے سے کچھ مختلف رہی :

☆ ملائک کی خیرِ محض اور سراسر اطاعت جن سے معصیت کا صدور ہو ہی نہیں سکتا ﴿لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ﴾.

☆ شیاطین کی فطرت شرِ محض، سراسر تمرد جس سے خیر کا صدور نہیں ہوگا۔

☆ اِنسان اور جن کی فطرت ربوبیت کی معترف ہے، حضرتِ حق کو پروردگار تسلیم کرنا اُس کا طبعی جذبہ ہے جس میں کبھی کوئی انحراف نہیں چنانچہ اِرشادِ ربانی ہے :

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ○ مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ﴾ (سُورہ طور : ۵۶،۵۷)

''یعنی انسان اور جن کا فطری جذبہ عبادت اور حضرتِ حق کے سامنے نیاز مندی ہے، کمائی اور اکتسابِ رزق اُس کا فطری جوہر نہیں۔''

لیکن مطلوب یہ ہے کہ وہ صرف اِسی فطری جذبہ پر اِکتفاء نہ کرے بلکہ خلافتِ الٰہیہ کے تقاضے کے بموجب وہ قدوسی صفات اپنے اندر پیدا کرے، ربانی اخلاق کا خوگر ہو، اُس کو ﴿اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾ ''سب سے بہتر فطرت'' عطا فرمائی گئی کہ وہ خداوندِ عالم کو دیکھے بغیر اُس کی آیات اور اُس کی خلاّقیت کی

نشانیوں میں غور وفکر کر کے کفر وشرک سے محفوظ رہ سکے۔

روشن آفتاب کی معجز نما سنہری کرنیں اگر کسی وقت اُس کی بصارت کو خیرہ کر کے اُس سے ﴿ھٰذَا رَبِّیْ ھٰذَآ اَکْبَرُ﴾ ۱ کہلوادیں تو تھوڑی دیر بعد جب غروب کی زردی آفتاب کے چہرہ کی رونق کو ماند کر کے تاریکی کی چادر اُس پر تاننے لگے تو وہ ﴿اِنِّیْ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ﴾'' ۲ کہہ کر اپنے اِس وسوسہ سے توبہ کر لے اور فطرتِ سلیم واحدِ برحق کے اعتراف پر اُس کو مجبور کر کے کہلوادے ﴿اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ﴾ ''میں نے اپنا رُخ اُسی ذات کی طرف پھیرلیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ماسوا سے منہ موڑ کر اور میں مشرک نہیں۔''

بے شک اِنسان ''ظلوم وجہول'' بھی ہے مگر اُس کے یہی معنی ہیں کہ اُس میں ''عدل وانصاف اور علم وفکر'' کی طاقت فطرت نے ودیعت فرمائی ہے

کیونکہ ''ظالم'' اُسی کو کہا جاتا ہے جس میں ''عدل وانصاف'' کی طاقت ہو اور پھر وہ اُس پر عمل نہ کرے، ''جاہل'' اُسی کو کہتے ہیں جس میں ''علم'' کی صلاحیت ہو اور اُس کو وہ بیکار کردے۔

دیوار، درخت، پتھر، گھوڑے، گدھے کو کوئی بھی ظالم یا جاہل نہیں کہتا کیونکہ اُن میں عدل وعلم کی طاقت ہی نہیں یہی باعث ہے کہ اُس کو خداوندی امانت اور ربانی الہام ووحی عنایت فرمائی گئی۔

﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَھَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْھَا وَحَمَلَھَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا﴾ (سُورۃ الاحزاب :۷۲)

''ہم نے امانت کو آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے رکھا اُنہوں نے اِس کے اُٹھانے سے انکار کردیا اور اِس سے خوف کھا گئے، انسان نے اِس کو برداشت کرلیا کیونکہ وہ ظلوم تھا (جس کے بجائے اِس کو عادل بنانا مقصود ہے) جہول تھا (یعنی جاہل تھا جس کے بجائے اِس کو عالم بنانا پیش نظر ہے)۔''

---

۱ یہ میرا پروردگار ہے یہ سب سے بڑا ہے۔ ۲ میں غروب ہونے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

علامہ اِبن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے جو آیت اور اُس کی تفسیر میں جو اَحادیث پیش کی ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ اِس فطری صلاحیت میں تمام انسان برابر ہوتے ہیں، پیدائشی طور پر کوئی بھی کافر اور مشرک نہیں ہوتا یہ اُس کے مربی اور اُس کے اعزاء واَقارب کا قصور ہے کہ اُس کو خدا سے منحرف کر دیں دین برحق سے ہٹا دیں، معاذ اللہ ! مختصر یہ ہے کہ یہ دونوں آیتیں الگ الگ مفہوم ادا کر رہی ہیں۔

عہدِ الست والی آیت پیدائشِ انسانی کی ابتدائی کیفیت بیان کرتی ہے جس طرح قرآنِ پاک میں بہت جگہ آسمان، زمین، پہاڑ، عرش وغیرہ کی پیدائش کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

اور دُوسری آیت جس کو علامہ موصوف نے پیش کیا تھا وہ دُنیا میں آنے والے انسانوں کی فطری صلاحیت کی مساوات اور یکسانیت ظاہر کرتی ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

شکوک وشبہات کا اِزالہ :

سوال کیا جاتا ہے کہ اگر واقعی ازل میں کوئی عہد اِس قسم کا لیا گیا تھا تو وہ یاد کیوں نہیں رہا ؟ اور جبکہ یاد نہیں تو اُس کی مخالفت پر سزا اور عتاب کیسا ؟ ؟ ؟

لیکن انسان اگر اپنے ابتدائی حالات پر غور کرے تو اِس قسم کے سوال کی قطعاً جرأت نہیں کر سکتا آپ کی نِوشت وخواند[1] کا سارا مدار ''الف، با'' پر ہے مگر کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ نے کب اور کہاں بیٹھ کر سب سے پہلا سبق لیا تھا اور اگر بالفرض یہ یاد بھی ہو تو اُس سے پیشتر کے واقعات میں سے تو ایک بھی یاد نہ ہوگا ! ! ! لیکن کیا یاد نہ رہنا بھی خلافِ عقل کے جواز کے لیے دلیل ہو سکتا ہے ؟ ؟ ؟

کیا کسی کو اپنی ولادت یاد ہوتی ہے ؟ ؟

پھر ماں کو ماں اور باپ کو باپ ماننے کا اُس کے پاس کیا ثبوت ہے ؟ ؟ ؟

صرف یہی ماں باپ کے تعلقات اور لوگوں کا بتانا یعنی عام شہرت اور دُوسروں کا بیان اور وہ نشانیاں یا علامتیں جن کو وہ خود دیکھتا ہے، اگرچہ شکوک وشبہات کو یہاں بھی بہت گنجائش ہے، ماں کے ماں

[1] لکھنے پڑھنے

ہونے پر عینی شاہد اُس کو مل سکتے ہیں لیکن باپ کے باپ ہونے پر تو ایک بھی شاہد اُس کو نہیں مل سکتا ! ! !

صرف ماں کا بیان ہی ہے ! ! ! یعنی دُنیا بھر میں صرف ایک عورت کا بیان ! ! !

لیکن حضرتِ حق جل مجدہٗ کی ربوبیت اور خالقیت پر انبیاء علیہم السلام اور اُن کے لاکھوں کروڑوں جانشین ہمیشہ اُس کو تنبیہ کرتے رہتے ہیں۔

علاوہ ازیں اُس کے گردو پیش کی تمام چیزیں حتی کہ خود اُس کے فطری اور طبعی اوصاف حالات اُس کے لیے خدا کی خدائی پر شاہد ہوتے ہیں ﴿ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ o وَفِیْۤ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴾[1] ''زمین میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے اور خود تمہارے اندر، کیا تم دیکھتے نہیں۔''

علاوہ ازیں غور فرمائیے خدا اور توحید کا اعتراف تو انسان کی طبیعت میں ایک طبعی چیز کی طرح پیوست ہے، کوئی مذہب یا کوئی دین بھی ایسا نہیں جس میں تمام کا مرجع ایک کو نہ مانا گیا ہو !

یہ دُوسری بات ہے کہ اُنہوں نے اپنی کج فہمی سے ایک کے سوا دُوسروں کے لیے بھی خدائی اختیارات مان لیے اور یہ شرک ہے، مگر چند معبود مانتے ہوئے ربِ اکبر ''بڑا خدا'' ایک ہی کو تسلیم کرتے ہیں ! !

حتی کہ دہریے جو بظاہر خدا کے منکر ہیں مگر اُن کے انکار کا یہی مطلب ہے کہ وہ خدا کو خدا نہیں مانتے دھوکے یا حماقت سے ''دہر'' کو خدا ماننے لگے ! ! !

یورپ یا یونان کے ملحد اور زندیق فلاسفہ خدا کو خدا کے نام سے یاد نہیں کرتے وہ عِلَّۃُ الْعِلَل[2] یا اِس قسم کے کسی فلسفی لفظ سے اُس کو یاد کرتے ہیں، وہ اُس کے اوصاف نہیں مانتے جو اہلِ مذہب نے مانے ہیں مگر اِس تمام دائرۂ تکوین اور تمام حوادثات کا مرجع ایک ہی کو مانتے ہیں۔

اِن کی مثال اُس شخص جیسی ہے جس نے باپ کے وجود سے تو انکار نہیں کیا لیکن اپنے باپ کے سوا کسی اجنبی شخص یا کسی جانور کو باپ مان لیا ! ! !

---

[1] سُورۃ الذاریات : ۲۰ ، ۲۱ [2] سب کل پرزوں کی ایک کل یا سب کنجیوں کی ایک کنجی

بہرحال یہ اجمالی تخیل جو ہر ایک کی فطرت میں ہے اُس معاہدہ (اَلست) کے ثبوت کے لیے کافی ہے مگر شریعت نے صرف اتنی مقدار کو نجات کے لیے کافی قرار نہیں دیا بلکہ اِس کے لیے اُس ہُدیٰ اور ان احکام کی اتباع بھی ضروری ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ انسان تک پہنچایا گیا اور جس کا سلسلہ آخر میں حضرت خاتم الانبیاء علیہم السلام پر مکمل کر کے تمام دُنیا کو آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا، واللہ اعلم بالصواب [1]

عام عہد کے بعد خاص عہد، محمد ﷺ نبی الانبیاء کی حیثیت سے :

(۱) عہد الست، اُس کی تفسیر اور نوعیت اور اُس کے شکوک و جوابات اجمالی طور پر پیش کیے جا چکے، آج ایک دُوسرے عہد کا ذکر ہے جس کے متعلق کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس سے صراحۃً اِس عہد کا بعد میں ہونا معلوم ہو، کچھ قرائن عہد الست کو ضرور مقدم قرار دیتے ہیں مثلاً

عہد الست حضرتِ حق جل مجدہٗ کی ربوبیت کے متعلق تھا۔

اور یہ خاص منصبِ نبوت و رسالت کے متعلق ہے۔

نبوت کا ماننا لامحالہ خدا اور رب کو مان لینے کے بعد ہی ہوگا۔

(۲) پہلے عہد کا وقت بتایا گیا ہے جبکہ آدم علیہ السلام کی پشت سے اُن کی ذُرّیات کو نمودار کیا گیا اور اِس عہد کا وقت وہ بتایا گیا ہے کہ جب اُس کی اولاد میں سے انبیاء کو منتخب کر لیا گیا چنانچہ اِرشاد ہے :

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ط قَالُوْآ اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ o فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ (سُورہ اٰلِ عمران : ۸۱، ۸۲)

---

[1] یہ ایک ضمنی بحث تھی جو مختصر طور پر یہاں ذکر کی گئی تفصیلی جواب کے لیے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بانی دارُالعلوم دیوبند کی تصنیف ''اِنتصار الاسلام'' کا مطالعہ فرمائیے۔

''جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کا میثاق لیا کہ جو کچھ بھی میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی ہے پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے اُن کتبِ الٰہیہ کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہیں تو تم اُس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور ضرور اُس کی مدد کرو گے باری تعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے اِقرار کیا اور اِس شرط پر میرا عہد قبول کر لیا ؟ اُنہوں نے جواب دیا، ہم نے اقرار کیا، باری تعالیٰ عزاسمہٗ نے فرمایا کہ تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ شاہد ہوں پھر جب کوئی اِس کے بعد اِس معاہدہ سے منحرف ہوگا وہ فاسق ہوگا۔''

آیتِ مذکورہ کے بعد اِس عہد و معاہدہ کے برحق ہونے میں تو ایک مسلمان کے لیے شک وشبہ کی گنجائش قطعًا نہیں البتہ یہ سوال باقی رہا کہ یہ عہد کس سے لیا گیا، آیا عام طور پر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے یا خاص انبیاء علیہم السلام سے ؟

علماءِ مفسرین سے دونوں تفسیر مروی ہیں سیّدنا شاہ ولی اللہ صاحبؒ، سیّدنا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کے ترجمہ اور تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک یہ عہد بھی عام انسانوں سے لیا گیا گویا ذُرّیاتِ آدم سے دو عہد لیے گئے ایک رب العالمین کی ربوبیت پر، دُوسرا انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر۔ اِس تفسیر کے بموجب عہد کے یاد نہ رہنے کا اشکال یہاں بھی وارد ہوگا جس کے متعلق سرسری طور پر اِتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ تمام مذاہب متفقہ طور سے اِس بات کے مدعی ہیں کہ اُن کا مذہب خدا نے کسی کے ذریعہ سے اُن پر نازل کیا، یہ دُوسری بات ہے کہ اُس لانے والے کے متعلق اُن کے عقائد میں اکثر افراط و تفریط ہوگئی ہے مثلاً عیسائیوں نے اُس لانے والے کو ''اللہ کا بیٹا'' مان لیا، ہندواُن کو ''اوتار'' یعنی خداوند عالم کا مظہر قرار دیتے ہیں مگر اِس پر جملہ مذاہب کا اتفاق ہے کہ

''خدا کی طرف سے انسان کی ہدایت کے لیے کوئی ذریعہ قائم کیا گیا''

دہریوں کی تھوڑی سی مقدار کو چھوڑ کر ربوبیت کی طرح سے بعثت اور نزول کا عقیدہ بھی ایک فطری جذبہ بن گیا ہے۔

لیکن اکابر مفسرین نے اِس کو مخصوص عہد قرار دیا ہے جو صرف انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا۔

عہد کا حاصل اور مفاد :

دو مضمون اِس عہد کا لب لباب ہیں :

(۱) حضرت طاؤس، حسن بصری اور قتادہ رضی اللہ عنہم اِس عہد کا حاصل یہ قرار دیتے ہیں :

اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیِّیْنَ اَنْ یُّصَدِّقَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا.[۱]

''اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کیا کریں گے۔''

(۲) سیّدنا علی ابن ابی طالب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

مَا بَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ اِلَّا اَخَذَ عَلَیْہِ الْمِیْثَاقَ لَئِنْ بَعَثَ مُحَمَّدًا وَھُوَ حَیٌّ لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ وَلَیَنْصُرَنَّہٗ وَاَمَرَہٗ اَنْ یَّاْخُذَ الْمِیْثَاقَ عَلٰی اُمَّتِہٖ لَئِنْ بُعِثَ مُحَمَّدٌ وَھُمْ اَحْیَاءٌ لَیُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَیَنْصُرُنَّہٗ.(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۶)

''جس نبی کو بھی خداوندِ عالم نے مبعوث فرمایا اُس سے عہد لے لیا کہ اگر اُن کی زندگی میں محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا تو ضرور بالضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور اُن کی اِمداد فرمائیں گے اور اُن کو یہ بھی حکم فرما دیا کہ اپنی اُمت سے بھی اِس کا عہد لے لیں کہ اگر اُن کی زندگی میں رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوں تو ضرور ضرور اُن پر ایمان لائیں اور اُن کی تائید و اِمداد کریں۔''

اِسی آخری مضمون کی تائید دُوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے اِرشاد ہوتا ہے :

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ اَصْبَحَ فِیْکُمْ مُوْسٰی ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوْہُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ ، اِنَّکُمْ حَظِّیْ مِنَ الْاُمَمِ وَاَنَا حَظُّکُمْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ .[۲]

---

[۱] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۶ [۲] تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۶

''قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تم میں موسٰی (علیہ السلام) موجود ہوں اور تم مجھ کو چھوڑ کر اُن کی اتباع کرو تو تم گمراہ ہو جاؤ، تم اُمتوں میں سے میرا حصہ ہو اور میں نبیوں میں سے تمہارا حصہ۔''

دوسری حدیث میں ہے :

وَاللّٰہِ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا بَیْنَ اَظْھُرِکُمْ مَا حَلَّ لَہٗ اِلاَّ اَنْ یَّتَّبِعَنِیْ .[1]

''خدا کی قسم ! اگر موسٰی (علیہ السلام) تمہارے درمیان میں زندہ ہوں تو اُن کے لیے صرف یہی شکل جائز ہوگی کہ وہ میری اتباع کریں۔''

علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اِسی آخری مضمون کے اعتماد پر نہایت قوت سے بیان کیا کہ آپ تمام انبیا علیہم السلام کے نبی ہیں، یومِ ازل سے آپ نبی بنائے گئے تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت آپ کی نبوت و رسالت کا پرتو ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد ہے : کُنْتُ نَبِیًّا وَآدَمَ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ . ''میں اُس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام کے پتلے کی مٹی تیار کی جا رہی تھی۔''

اور اگر غور کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کا اِرشادِ گرامی اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ ''سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا'' بھی آپ کے نبی الانبیاء ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اِس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ

(۱) صفاتِ الٰہیہ کے اِلتفات واِنعطاف کا سب سے پہلا ثمرہ نورِ محمدی ہے (ﷺ)۔

(۲) جبکہ باری تعالیٰ عزاسمہٗ کی ہر صفت کمال ہی کمال ہے تو لا محالہ سب سے پہلی مخلوق کامل اور مکمل، اکمل اور افضل ہوگی اور جبکہ نبوت ایک اعلیٰ کمال ہے تو لامحالہ سب سے پہلی مخلوق اِس صفت سے بھی موصوف ہوگی۔

لطیفہ :

اِس نور کا مخصوص وصف ''حمد'' تھا چنانچہ حامد، محمود، احمد، محمد اُس کے اسماءِ گرامی ہیں، اُسی کے

[1] تفسیر ابن کثیر ج۲ ص ۲۴۶

ہاتھ میں قیامت کے روز ''لواءِ حمد'' ہوگا اور وہی عرشِ معلّٰی کے نیچے سربسجود ہو کر ایسی حمد کرے گا جس کی نظیر سے سارا عالم خالی ہوگا۔ حمد کے معنی ہیں ثنا خوانی، نیاز مندی، خالق کی بارگاہ میں سجدہ ریزی، خشوع، خضوع، اپنے رب کے آستانہ پر جبہ سائی[۱]، تضرع اور ابتہال، شکر اور امتنان۔

خداوند عالم نے قرآنِ پاک میں اپنی عادت یہ بتائی ہے :

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ﴾ '' اگر تم شکر کرو تو میں بڑھاؤں گا ''

اِس نورِ کامل و مکمل کی کامل و مکمل حمد کا اثر تھا کہ سلسلۂ مخلوقات میں وسعت اور پھیلاؤ شروع ہوا قلم، لوحِ محفوظ، عرش، کرسی، زمین، آسمان، فرشتے، جنات حتی کہ حضرت آدم اور اُن کی ذُرّیت پیدا ہوئی، نتیجہ کلام یہ کہ ساری کائنات کا مرجع اور مرکز ہی نورِ قدسی تھا، اُسی کے فیض سے جملہ کمالات جملہ موجودات کا ظہور ہوا چنانچہ اِرشاد ہے : لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں (یعنی عالم) کو پیدا نہ کرتا۔

بہر حال جبکہ نورِ قدسی کائناتِ عالم کے جملہ کمالات کے لیے اصل ہوا تو انبیاء علیہم السلام کی نبوت، رُسل علیہم السلام کی رسالت، اولیاء اللہ کی ولایت کی اصل بھی وہی نورِ محمد ہوگا (ﷺ)، یہی باعث ہے کہ آپ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبی تھے۔

اور یہی باعث ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے آپ کی نبوت کا عہد لیا گیا۔

اور یہی سبب ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہوئے کیونکہ تخم اگر چہ اصل کے لحاظ سے مقدم ہوتا ہے مگر اپنے ظہور کے لحاظ سے درخت کے برگ و بار، ٹہنیوں، شاخوں پھول اور کلیوں غرض درخت کی تمام ہی چیزوں سے مؤخر ہوتا ہے، یہی سبب ہے کہ شبِ معراج میں آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے امام بنائے گئے اور پھر اُس درجۂ اعلیٰ تک پہنچے جہاں تک کائنات کا کوئی فرد نہ کبھی پہنچ سکا اور نہ پہنچ سکے گا۔

یہی سبب ہے کہ آپ قیامت کے روز جیسے شفیع المذنبین ہوں گے اِسی طرح آپ شفیع الانبیاء بھی ہوں گے۔

---

[۱] پیشانی زمین پر رکھنا۔

صحیح حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب تمام انسان ایک دراز عرصہ تک میدانِ حشر میں سرگرداں رہ چکیں گے اور اب تک اُن کا حساب و کتاب بھی شروع نہ ہوا ہوگا تو وہ اِس کی کوشش کریں گے کہ کوئی مقبولِ بارگاہ یہی دُعا کردے کہ حساب جلد شروع ہو جائے اور اِس سفارش کے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے مگر یکے بعد دیگرے جملہ انبیاء علیہم السلام اِس خدمت کی بجا آوری سے معذرت کردیں گے، بالآخر وہ سیّد الانبیاء رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوں گے آپ اُس وقت بارگاہِ ربِ صمد میں سرِ نیاز خم فرما کر وہ حمد کریں گے کہ سارا عالم اُس کی نظیر سے عاجز ہوگا، تب اِرشادِ ربانی ہوگا : یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَکَ سَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ .[1]

''اے محمد (ﷺ) اپنا سر اُٹھاؤ مانگو عطا کیے جاؤ گے، شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔''

آنحضرت ﷺ کی یہ شفاعت تمام ہی انسانوں کے لیے عام ہوگی اِس کے بعد آپ کی شفاعت وقتاً فوقتاً اپنی اُمت کے لیے ہوگی، بہرحال آپ نہ صرف شفیع المذنبین ہیں بلکہ آپ شفیع الانبیاء شفیع عالم بھی ہیں، کیوں نہ ہوں آخر رحمۃ للعالمین ہیں اِرشادِ ربانی ہے ﴿وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾

(جاری ہے)

ماہنامہ انوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اپنے کاروبار کی تشہیر اور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

[1] بخاری شریف کتاب تفسیر القرآن رقم الحدیث ۴۷۱۲

سلسلہ نمبر : ۷ قسط : ۱

''خانقاہِ حامدیہ'' کی جانب سے اَنوارِ مدینہ میں شیخ الاسلام حضرت اَقدس مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جا رہا ہے حضرتؒ کے متوسلین و خدام سے اِلتماس ہے کہ اگر اُن کے پاس حضرتؒ کی تقاریر ہوں تو اِدارہ کو اِرسال فرما کر عند الناس مشکور اور عند اللہ ماجور ہوں۔ (اِدارہ)

ولادت باسعادت سیّد الکونین رحمۃ للعالمین ﷺ کی یاد کس طرح منائی جائے

﴿ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ ﴾

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْکَرِیْمِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ .

اگر چہ یہ مسلّم بدیہی اور واقعی حقیقت ہے کہ زمانہ کا کوئی ٹکڑا چھوٹا ہو یا بڑا گزر جانے کے بعد لوٹ نہیں سکتا اور اُس کے استحالہ کے لیے کسی استدلال یا تنبیہ کی ضرورت بھی نہیں ہے مگر زمانہ کی دورانی حرکت ہمیشہ ایسے متماثل ٹکڑے پیش کرتی رہتی ہے جن سے یہی خیال بندھ جاتا ہے کہ ہو نہ ہو یہ اجزاء موجودہ وہی گزر جانے والے اجزاء ہیں اور پھر اِن اجزاء کا اس عالَمِ مشاہدہ میں ان ہی سابقہ اجزاء کی کیفیتوں سے متکیف ہونا اور بھی اس خیال کو قوت دیتا ہے۔

ہر چوبیس گھنٹہ میں گزشتہ اجزاء کے مماثل صبح ،شام، دوپہر، رات، دن، سردی، گرمی، اندھیرے، اُجالے وغیرہ کا اپنے اپنے اوقات پر ہونا اُسی طرح گزشتہ اجزاء کے لوٹ کر آنے کا خیال پیدا کرتا ہے جس طرح ہر ہفتہ میں دنوں کا لوٹ پھیر اور ہر سال میں موسموں کا آنا جانا، فصلوں اور موسموں کا چکر لگانا، یہی نہیں کہ وہ محض عالَمِ شہادت اور مادّی انقلابات اور جسمانی صفات کے کرشمے ہیں بلکہ اِسی کے مثل یا اِس سے زائد عالَمِ روحانی کے بھی کوائف اور حالات رونما ہوتے رہتے ہیں، اگر اَخیر رات کا حصہ ہمیشہ مطلع برکاتِ رحمانی ہوتا رہتا ہے تو ہر فجر کا وقت مہبطِ فرشتگانِ ربانی بنتا رہتا ہے

﴿اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ [۱] اگر وقت استواء آفتاب مظہر جلال وغضب بن کر جہنم کے جھونکنے اور بھڑکانے کا ذریعہ بنتا رہتا ہے تو وقتِ طلوع وغروب وسیلۂ اِنتشار آثارِ شیطانیہ، اگر جمعہ کو رحماتِ الٰہی کی دھواں دھار بارش ہوتی رہتی ہے تو ہر دوشنبہ اور جمعرات کو صحائفِ اعمال کی پیشی۔

اگر رمضان میں طرح طرح کی رحمتیں اور نعمتیں جھڑی کی طرح برستی رہتی ہیں تو ہر ذی الحجہ میں انواع واقسام کی نوازشیں باعثِ فلاح ونجاح ہوتی رہتی ہیں، قوانینِ احکامِ تشریعیہ بھی اِن ہی مادّی اور روحانی انقلابات کے تابع ہو کر چکر لگاتے رہتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ہر فجر اور ظہر اور عصر کے احکام اسی طرح نوبت بنوبت آتے رہتے ہیں جس طرح ہر جمعہ اور رمضان وذی الحجہ وغیرہ ہفتہ وار اور سالانہ ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

احکامِ دُنیا میں جہاں گزشتہ اجزاء کا مماثل نمودار ہوا غلامانِ بارگاہِ صمدیت میں وہی بے چینی پیدا ہوگئی جو پہلے اجزاء میں نمودار ہوچکی ہے، ماہِ شوال نے چہرۂ ہلال نمودار کیا کہ عشاقِ بارگاہِ جمالِ حقیقی میں قلق واضطراب کا دور دورہ نمودار ہو گیا، عشق کی بیتابی اور محبت کی بے قراری نے راحت وآرام سے بیگانہ بنا دیا ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾ کی صدا اور ﴿وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ﴾ کے روحانی اعلان نے کوچہ محبوبِ حقیقی یعنی بیتِ عتیق کے گرداگرد اُفتاں وخیزاں چکر لگانے [۲] پر آمادہ کر دیا، دیوانہ وار، دار ودیار، بیوی بچوں، زیب وزینت وغیرہ اسبابِ تجمل اور خوبصورتی کو تجے ہوئے ننگے سر، ننگے پیر، کفنی زیبِ بدن کیے ہوئے، بلبل کی طرح بے قرارانہ نامِ محبوب لیتے ہوئے چیختے چلاتے جائے وعدۂ وصال کی طرف روانہ ہوگئے، نہ عقل وہوش کی پرواہ ہے، نہ ناصح مدعی عقل وتہذیب کا خیال، نہ عزتِ دُنیاوی کی فکر ہے، نہ سردی اور گرمی کا خوف، دل میں محبوبِ حقیقی اور اُس کے کوچہ کا خیال ہے تو زبان پر اُس کے نام کا وِرد جاری ہے۔ وحشی جانوروں سے رشتہ مودّت ہے اور آبادیٔ وطن سے نفرت ودُوری ؎ پھر بہار آئی چمن میں ، زخمِ دل کھلنے لگے

کہیں مجنونانہ طریقہ پر دوڑ رہے ہیں تو کہیں آستانۂ بارگاہِ محبوبی کے بوسے لیتے ہوئے زبانِ حال

---

[۱] سُورۂ بنی اسرائیل : ۷۸ [۲] طواف

یہ اشعار پکار رہے ہیں :

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی اُقَبِّلُ ذَاالْجِدَارِ وَ ذَاالْجِدَارٗ

'' میں لیلیٰ کے شہروں پر گزرتا ہوا کبھی اِس دیوار کو چومتا ہوں کبھی اُس دیوار کو ''

وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ نَزَلَ الدِّیَارٗ

''میرے دل کو اِن شہروں اور دیواروں کی محبت نے بے قرار نہیں کیا بلکہ اُس معشوق کی محبت مجھ کو بے قرار کر رہی ہے جو اِن شہروں میں ٹھہرا ہوا ہے۔''

غرضیکہ ہر طریقہ پر مادّی ہو یا رُوحانی، تکوینی ہو یا تشریعی اور ہر مذہب و ملت ہر قوم و ملک میں گزرنے والے اجزاءِ زمانہ کے مماثل اجزاء جب ظاہر ہوتے ہیں تو اِسی قسم کی یاد اور اِسی قسم کی خیرات برکات اِسی قسم کے احوال و احکام کم و بیش نمودار ہوتے ہیں جن کا انکار تقریبًا آفتاب کا نصف النہار کے وقت انکار کرنا ہوگا اور یہی فلسفہ عیدوں اور تہواروں وغیرہ کے سالانہ اور ماہوار ظہور کرنے کا ہے۔

دریائے رحمت کا جوش :

آج سے تقریبًا چودہ سو برس پیشتر ماہ ربیع الاوّل میں دریائے رحمتِ خداوندی کے ایسے جوش وخروش اور ایسے تلاطم اور تموجات کا ظہور ہوا تھا جس کی نظیر نہ زمانہ سابقہ میں پائی جاتی ہے اور نہ آئندہ کو اُمید ہے، نہ صرف انسانی دُنیا کی فلاح و نجات کی صورتیں اُس وقت اِرادۂ قدیمہ نے نکالیں بلکہ تمام عوالم [1] کے لیے بہبودی اور ابدی زندگانی کا سامان کر دیا۔ اِس ناسوتی [2] دُنیا اور عالمِ شہادت میں اپنا خاص پیارا اور مخصوص خلیفہ پیدا کیا جس کا ہر قول خباثات سے طہارت کا ذریعہ ہے اور ہر عمل ترقی درجات اور کفارہ سیئات کا وسیلہ اور ہر خلق تزکیہ روحانی اور تقربِ خداوندی کا کفیل، اُس کے تابعین [3] پر رضوانِ الٰہی کا سایہ نچھاور ہوتا ہے، اُس کے مددگاروں اور غلاموں کے لیے دونوں جہان میں سرخروئی اور کمال برستا ہے، اُس کے معالجہ اور قوانین پر عمل کرنے والوں کے لیے ہر ہر قدم پر شفا اور سربلندی ہے، اُس کے مخالفین اور معاندین کے لیے ہمیشہ کی ذلت اور رُسوائی ہے۔

---

[1] جہانوں [2] عالمِ اجسام سے متعلق [3] پیروی کرنے والوں پر

درِ فیضِ محمد وا ہے ، آئے جس کا جی چاہے

نہ آئے آتشِ دوزخ میں، جائے جس کا جی چاہے

اُس کے نقشِ قدم پر چلنے والے لاہوتی ۱ چوٹیوں سے سُر ملاتے ہیں، اُس کے طریقہ پر فدا ہونے والے کروبیوں ۲ کے ہمنشین بلکہ اُس کے محسود کہلاتے ہیں، اُس آفتابِ ہدایت نے کتاب اللہ کی شعاعوں سے کفر وضلالت کی تاریکیوں کو ملیا میٹ کر دیا اور اُس بادشاہِ روحانیت نے گزشتہ اشراقیت اور جوگیت کے دفاتر کو افسیانِ بے معنٰی بنا دیا، تمام عالم کے لیے وہ مشعلِ ہدایت لا کر رکھ دی جس کی تمنا مشہور ومعروف اسرائیلی مقدس پیغمبر اپنے دل ہی میں لے کر گیا، فاران ۳ کی چوٹیوں سے وہ روشنی ظاہر کی جس نے تمام براعظموں ہی کو نہیں بلکہ عوالم جن ومَلک وغیرہ کو بھی روشن کر دیا، اگر جملہ ﴿یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾ ۴ اُس کا شاہد حال ہے تو جملہ ﴿هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ ۵ اُس کی رسالت کا کاشفِ اسرار اگر جملہ ﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ ۶ اُس کی رسالت کی حقیقتِ حائطہ کو ظاہر کر رہا ہے تو جملہ ﴿اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ﴾ ۷ اور ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ﴾ ۸ اور ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا﴾ ۹ اُس کی روحانی علتِ مادّیہ وصوریہ اور اُس کی رحمتِ مجسمہ اور شفقتِ محضہ ہونے کا برہان، یہ آفتابِ ہدایت اِسی مبارک مہینہ میں روحانی دُنیا سے منتقل ہو کر جسمانی اور مادّی دُنیا میں

---

۱ عالم فناء فی اللہ ۲ فرشتے ۳ مکہ مکرمہ ۴ اے نبی ہم نے بھیجا ہے آپ کو شاہد (مبصر) بشارت دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر اللہ کی طرف کی دعوت دینے والا اُس کے حکم سے اور سراج منیر۔ ۵ وہی ہے جو اپنے بندے (محمد ﷺ) پر واضح آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ تم کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالے بیشک اللہ تم پر بہتر مہربان ہے بہت رحم والا۔ ۶ نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر مہربانی کرنے کے لیے تمام جہانوں پر۔ ۷ بے شک آپ بہت بلند اخلاق کے مالک ہیں۔ ۸ خدا کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ آپ نرم ہیں اُن کے لیے ۹ شاید آپ تو اپنے آپ کو ہلاک کر لیں گے اُن کے پیچھے اگر وہ اِس قرآن پر ایمان نہ لائیں۔

ظاہر ہوتا ہے اور روزِ ہدایت وخیر کے زمانہ صبح صادق (چالیس برس) پورے کر کے اُفقِ اُم القری میں غارِ حرا سے طلوع کرتا ہے، فاران کی چوٹیوں سے طاغوتی تاریکیوں کو محو کرتا ہوا تمام جزیرہ عرب کو اپنی قوتِ عزم اور نہ جھکنے والی ہمت سے مصلحانِ عالم کا مرکز اور معدن بنا دیتا ہے، ہر قسم کی روحانی بیماریوں اور جسمانی برائیوں کا عالم انسانی سے اپنے لائے ہوئے کیمیاوی نسخہ کے ذریعہ سے ازالہ کرتا ہوا متبعین کو حیاتِ ابدی عطا کرتا ہے۔

آج اُسی آفتابِ ہدایت کی اِس دُنیائے دوں میں روشنی اور نور پھیلانے کی یاد تازہ کرنے والا زمانہ سایہ گستر [1] ہو رہا ہے، ایک جماعت اِس یادگار میں موتیوں کو چھوڑ کر حباب [2] پر ریجھ جاتی ہے اور اُس مجسمۂ ہدایت ورحمت کی تشریف فرمائی کی یادگاری میں مجالس زیب وزینت، سرور وروشنی وغیرہ منعقد کرتی ہوئی اُمم غیر اسلامیہ کی تقلیدی تاریکی اختیار کرتی ہے اور فقط اِس ظاہری نمود واحتشام اور زبانی کارروائیوں کو اَدائے حقوق کا ذریعہ سمجھتی ہے۔ ع

قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلُّوا عَنْهُ بِالْحِلْمِ

''یہ سونے والے لوگ ہیں کہ محوِ خواب ہو کر بے غم ہو گئے ہیں'' [3]

اربابِ بصیرت اپنی خداداد قابلیت کو کام میں لاتے ہیں اور اُس آفتابِ ہدایت کی لائی ہوئی سچی روشنی اور حقیقی ہدایت پر پوری توجہ اور مکمل عنایت صرف کرتے ہوئے اپنی عملی اور اِرادی قوتوں کو اَز سرِ نو فیضیاب اور فائدہ مند ہونے کے لیے تیار کرتے ہیں۔ احیائے سنت اور نشرِ علومِ نبویہ کے لیے دوگنی چوگنی قوت صرف کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں جو جو اور جس جس طرح عالمِ انسانی کی خدمتیں اُس حکیمِ روحانی اور مصلحِ حقیقی نے انجام دی ہیں اُن کے لیے ہر قسم کی سرگرمی کو دہرانا ضروری سمجھنے لگتے ہیں۔ غرضیکہ یہ مہینہ ہمیشہ اُن کے قوائے علمیہ اور عملیہ میں وہ حرارت اور شادابی پیدا کرتا ہے جو مارچ واپریل درختوں میں اور اساڑھ وساون کاشت کی زمینوں میں اور فصل بہار بلبلوں کے دل ودماغ میں اور ماہِ رمضان المبارک عالمِ علوی میں، چونکہ جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

---

[1] مہربان [2] بلبلہ [3] دردِ محبت سے خالی ہو گئے ہیں۔

مقصد اِس عالمِ انسانی میں حکومت کا قائم کرنا، بادشاہت کا حاصل کرنا، دُنیاوی رعب وداب کا پیدا کرنا، خزانوں کا جمع کرنا، دوسری قوموں اور ملکوں کو غلام بنانا، قوموں کی تجارت زراعت صنعت وحرفت پر قبضہ جمانا وغیرہ وغیرہ نہ تھا بلکہ ایسا مقدس اور برتر مقصد تھا کہ جس سے عالمِ انسانی اور تمام مبعوثِ الیہم [1] کی دینی اور دُنیاوی اصلاح ہوجائے، اُن کی روحانی اور جسمانی بیماریاں دور ہوجائیں، اُن کے لیے دونوں جہان کی ترقیاں اور راحتیں بہم پہنچ جائیں وہ ہر دو تعلقات [2] میں پورے پورے مکمل بن جائیں اُن کی ہر قسم کی کمزوریاں اور تکلیفیں دور ہوجائیں، اُن کی یہ زندگانی اور مستقبل کی زندگانی [3] نہایت راست وآرام کی ہوجائے اُن کے لیے وہ کمالاتِ روحانیہ وجسمانیہ جن کی بنا پر وہ نعمتِ خلافتِ عظمٰی سے تکریم کیا گیا ہے حسبِ استعداد حاصل ہوجائیں، اِس لیے اُس آفتابِ ہدایت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ایسے ایسے وسائل و ذرائع لوگوں کی اصلاح وتفہیم کے لیے اختیار کیے جن میں سراسر شفقت و رحمت، ہمدردی وغمخواری، حلم وتحمل، استقلال وہمت، صبر واحسان وغیرہ مربیانہ اور حکیمانہ اخلاق بھرے ہوئے تھے۔

اتباعِ رسول ﷺ :

وہ محض تبلیغ کے لیے پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ ایک بڑا مقصد یہ بھی تھا کہ انسان جو کہ طبعی طور پر مقلد واقع ہوا ہے اُس کو اور اُس کے کارناموں کو بغور دیکھے اور اپنے آپ کو بھی اُسی رنگ ورُوپ میں رنگ لے گویا کہ وہ ایک نمونہ ہے جس کی صورت وسیرت پر بن جانا مالکِ حقیقی عزشانہٗ کی طرف سے طلب کیا جاتا ہے

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (سُورۃ اٰلِ عمران : ۳۱)

''اے محمد (ﷺ) اِن لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو خدا کی محبت ہے تو میرے پیچھے چلو (یعنی میرے جیسے بن جاؤ) خدا تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور رحمت کرنے والا ہے۔''

---

[1] جن جن اُمتوں کی طرف انبیاء بھیجے گئے علیہم السلام۔ [2] یعنی تعلقِ خَلق باخالق اور تعلقِ خَلق باخَلق۔
[3] جو کہ اِس دارِ فانی کی مفارقت کے بعد شروع ہونے والی ہے۔

﴿ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ﴾ (سُورۃ النساء : ۸۰)

''جس نے رسول (علیہ السلام) کی اطاعت کی اُس نے خدا کی اطاعت کی۔''

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (سُورۃ الاحزاب : ۲۱)

''تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ اِقتداء ہے۔''

پھر یہاں تک بھی اکتفاء نہیں ہے بلکہ اُس مجسمہ رحمت و ہدایت کی روحِ پاک اپنی تیز و تند قوتوں کے ذریعہ سے لوگوں کے قلبی اور روحانی میل کچیل، نجاست و خباثت کو اُسی طرح دور کرتی تھی جس طرح مادرِ مہربان اپنے ننھے ننھے بچوں کے جسم اور کپڑوں سے ظاہری نجاستوں کو دور کرتی ہے اگر چہ یہ جملہ ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾[۱] ''پڑھتا ہے بندگانِ خدا پر اُس کی آیتیں اور اُن کو خدا کی کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔'' قرآن شریف کے الفاظ اور اُس کے معانی کی تعلیم اور احکامِ شرعیہ کے علل و اسباب کی تدریس پر دلالت کرتا ہے

تو جملہ ﴿يُزَكِّيْهِمْ﴾ ''اور پاک وصاف اُن کو کرتا ہے'' اُسی باطنی تزکیہ اور روحانی تجلیہ پر شاہد عدل ہے اِس کے علاوہ اور بھی بہت سے مقاصد ہیں جن پر روشنی ڈالنا مقصود نہیں ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَرَادَ رَحْمَةَ اُمَّةٍ مِنْ عِبَادِهٖ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا فَجَعَلَهٗ لَهَا فَرَطًا وَّسَلَفًا بَيْنَ يَدَيْهَا وَاِذَا اَرَادَ هَلَكَةَ اُمَّةٍ عَذَّبَهَا وَنَبِيُّهَا حَیٌّ فَاَهْلَكَهَا وَهُوَ يَنْظُرُ فَاَقَرَّ عَيْنَهٗ بِهَلَكَتِهَا حِيْنَ كَذَّبُوْهُ وَعَصَوْا اَمْرَهٗ .[۲]

''آنحضرت ﷺ اِرشاد فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی اُمت پر اپنے بندوں میں سے رحمت کرنے کا اِرادہ کرتا ہے تو اُس کے پیغمبر کو اُمت سے پہلے وفات دے کر اُس کو اُمت کا پیش خیمہ (سامانِ قیام وطعام وغیرہ درست کرنے والا) اور آگے جانے والا بنا دیتا ہے۔ اور جب کسی قوم کے عذاب کا اِرادہ کرتا ہے تو قوم کو

---

[۱] سُورۃ البقرۃ : ۱۲۹ [۲] مسلم شریف کتاب الفضائل رقم الحدیث : ۲۲۸۸

پیغمبر کی زندگی میں ہلاک کر دیتا ہے کہ پیغمبر اُن کو ہلاک ہوتے ہوئے دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے کیونکہ اُن لوگوں نے اُس کی تکذیب کی تھی اور اُس کے احکام واَوامر کے خلاف کیا تھا۔''

سچے متبعین اور اَربابِ عقل وفہم پر (اِس خاص مہینہ کے ظہور کرتے ہوئے جو کہ نہ صرف ولادت باسعادت کا مبارک وقت ہے بلکہ ہجرت بھی (جس کے ذریعہ سے شوکتِ اسلام کا آفتاب روز افزوں ترقی کرتا ہوا نمودار ہوا) اِسی مبارک مہینہ میں واقع ہوئی ہے اور وفات مبارک بھی (جو کہ اُمت کے لیے عالمِ برزخ اور بارگاہِ رب العزت میں ذریعہ صد ہزار رحمت ومغفرت ہے) اِسی مہینہ میں واقع ہوئی ہے) جنابِ رسول اللہ ﷺ کے مقصدِ بعثت آپ کے طرزِ عمل اور آپ کی تلقین کا وہی جذبہ منعکس ہو جانا چاہیے جس کا روشن چراغ آپ کے قلبِ مبارک اور رُوحِ پرفتوح میں ہمیشہ نور افشاں رہا، اُمورِ زائدہ جو دوسروں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں رونما ہو گئے ہیں وہ قابلِ اعتبار نہیں ہیں، ہماری ہمت تمام عالمِ انسانی کی اصلاح اور خیر خواہی کی طرف متوجہ ہونی چاہیے ہم کو اِس مبارک مہینہ میں جنابِ رسول اللہ ﷺ کی بتلائی ہوئی باتوں، آپ کی لائی ہوئی شریعت، آپ کے اوصافِ حسنہ اور تعلیم وغیرہ پر کار بند ہونے اور جناب کے نمونہ پر بن جانے کے لیے عزمِ مصمم میں نہ صرف تجدید پیدا کر لینا چاہیے بلکہ اُس کی عملی کارروائی بھی بڑے پیمانہ پر ہویدا کرنی چاہیے۔

غرضیکہ ہم تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے کا نشاط اور اُس کی گرمی اور قوتِ عزم اِس ماہ میں اُسی طرح پیدا کریں جیسا کہ آپ میں تھی اور جیسی ایک سچے فدائی اور مخلص تابعدار میں ہونی چاہیے، غیروں سے بھی ویسا ہی طرزِ عمل اختیار کریں اور اپنوں سے بھی وہی صورت پیدا کریں۔

اخلاقِ نبوی :

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اِن ہی مقاصدِ عالیہ کی غرض اور تمام عالمِ انسانی کی بہبودیٔ دُنیا وآخرت کی وجہ سے ہر قسم کی تکلیفیں اُٹھائیں، اپنی راحت وآرام کو ترک کر دیا لوگوں کی سخت اور سست

باتوں کی پرواہ نہ کی اور سہتے رہے، عزت و ناموسِ ظاہری کو خاک میں ملا دیا، اہل و عیال رشتہ ناطہ سب کو خیرباد کہہ دیا مگر اپنے کام اور اِرادہ میں فتور نہ آنے دیا، دشمنوں کی گالیوں کا بدلہ صَفْحٌ جَمِیْلٌ سے دیا اُن کے مظالم کا مقابلہ صبر جمیل سے کیا، اُن کی خود غرضیوں اور جہالتوں کا عوض ہجر جمیل اور خاموشی کو بنایا، دشمنوں نے ہر قسم کی وحشت و بربریت کو اِختیار کیا مگر آپ نے انصاف و عدالت و خیر خواہی اور ہمدردی ہی کو سامنے لانا ضروری سمجھا، اُنہوں نے رشتہ داری کو قطع کیا مگر آپ نے رشتوں کی رعایت اور صلہ رحمی میں سرِ مو فرق نہ آنے دیا، اُنہوں نے نت نئے مظالم توڑے وحشت و بربریت کے مظاہرے کیے مگر آپ نے اپنی مروّت، سیر چشمی، عالی حوصلگی، بہادری، انسانیت، اخلاقِ حسنہ کو آخر دم تک نباہا، مکارم اخلاق کا وہ عملی گلدستہ پیش کیا کہ وہ وحشی قوم جو اپنی جہالت اور بداخلاقیوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتی تھی مردم آزاری نخوۃ و غرور وغیرہ میں اُس کا پلہ تمام اقوامِ دُنیا سے زیادہ بھاری تھا وہ سب کی سب نہایت تھوڑی مدت میں جان و مال عزت اولاد سب کچھ قربان کرنے کے لیے صرف تیار ہی نہیں ہوگئی بلکہ اُس نے ایسا ثبوت دے دیا کہ جس کی نظیر ابتدائے دُنیا سے آج تک کوئی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ اُس کے قلوب و اَرواح خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی محبت اور خوف سے بھر گئے، اُس کے ہاتھ پاؤں اور جملہ اعضاء خداوندی خوشنودی کے بندے بن گئے، اُن میں علمی تموج اور اخلاقی انقلاب ایسا رونما ہو گیا کہ وہ تمام اقوامِ عالم کے معلم اور رہنما ہو گئے، اُن میں اصول جہانبانی اور قوانینِ اصلاحِ عالمِ انسانی کے ہر ہر شعبہ نے اِس طرح جگہ کر لی کہ نہایت قلیل مدت میں بحرِ ملاٹک سے لے کر ہمالیہ کی چوٹیوں تک اور کوہِ ارال سے لے کر صحرائے افریقہ تک امن و اَمان، عدل و انصاف، معرفت اور علم، تمدن و سیاست، عروج و ترقی پھیلا دیا۔ اقوام عالم اِس صداقت اور حقانیت کو دیکھ کر برضاء رغبت اسلام کی حلقہ بگوش ہو کر ﴿یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا﴾ کے سماں میں آ گئیں اور پھر اِن حدود سے بھی متجاوز کر کے بحر پیسفک [1] اور بحرِ منجمد شمالی تک بھی اسلام کا دریا موجیں مارنے لگا۔

ہندوستان میں جو حالت ہم مسلمانوں کے لیے موجودہ حکومت اور برادرانِ وطن کے معاملات کی

---

[1] بحرِ اوقیانوس

وجہ سے نزاکت اختیار کرتی جا رہی ہے اُس کے لیے بھی ہم کو آج یہ مبارک مہینہ وہی روشنی یاد دلا رہا ہے اور اُسی چمک میں آنے کے لیے بلا رہا ہے، ہمارے لیے جو شاہراہِ عمل اسلام اور اُس کے مقدس بانی نے تیار کر دی ہے اُسی کا اختیار کرنا ہمارے لیے ہر طرح موجبِ فلاح و بہبودی ہو سکتا ہے۔

اسلام کا مقصد اصلاحِ خُلق :

جبکہ اسلام کا نشوونما اور اُس کا اطرافِ عالم میں پھیلنا محض بیمارانِ عالمِ انسانی کی مداوات کی غرض سے ہوا ہے اُس کی اصل غرض اور غایت اور توجہ محض اصلاحِ خُلق ہے۔ ملک گیری، خزانوں کا جمع کرنا، اقوامِ عالم کو غلام بنانا، شہنشاہی قائم کرنا، وغیرہ وغیرہ وہ نجس اور منحوس مقاصد نہیں ہیں جو اسکندر، رُومی، چنگیز خاں، ہلاکو خاں، یورپین طاقتوں وغیرہ کے رہے ہیں وہ اپنی فوجوں طاقتوں کا مظاہرہ کرنا نہیں چاہتا، وہ اپنی مالی اور تجارتی قوتوں سے اقوامِ عالم کی اقتصادی قوت اور معیشت کو برباد کرنا نہیں روا رکھتا، وہ کسی قوم اور شخصیت کا بندگانِ خدا کو پرستار بنانا نہیں چاہتا، وہ کسی رنگ کسی ملک کسی زمین کو انسانی دُنیا میں فوقیت دینا گوارا نہیں کرتا، وہ ہر ایک اُس انسانی فرد کو برتری اور بزرگی کا گرانبہا تمغہ عطا کرتا ہے جو اصلاح کو قبول کرتا ہوا متقی اور پرہیزگار بن جائے خواہ کسی قوم کا ہو کسی رنگ کا ہو کسی زبان کا ہو۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾ (سُورۃ الحجرات : ۱۳)

''اے لوگو ! ہم نے تم کو ایک مرد (حضرت آدم علیہ السلام) اور ایک عورت (حضرت حوا) سے پیدا کیا ہے اور تم کو تمیز اور پہچاننے کے لیے مختلف خاندان بنائے ہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑائی اور بزرگی تم میں سے زیادہ پرہیزگاروں کی ہے۔''

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ﴾ (سُورۃ الحجرات : ۱۰)

''ایمان لانے والے سب کے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اِس لیے تم بھائیوں میں صلح کراؤ۔''

اسلام کو حقیقت میں اقوامِ عالم اور مذاہبِ دُنیا کے ساتھ وہی نسبت ہے جو کہ ایک شفیق حکیم کو

مریضوں کے ساتھ اور ایک سمجھدار اور مہربان مربی کو اپنے بچوں اور اہلِ خاندان کے ساتھ ہوتی ہے لہٰذا اسلام کو ضرور بالضرور اُن ناسمجھ اور نادان مریضوں اور بچوں اور جاہل بے وقوف اہلِ خاندان سے طرح طرح کی تکلیفوں اور ناانصافیوں کا دوچار ہونا لازم ہے، وہ جو کچھ جور و جفا بے عقلی اور بے انصافی کریں اُن کی طبعی اور لازمی بات ہوگی اور اِس مصلح حکیم کو جس قدر فراخ دلی اور عالی حوصلگی ہمدردی، تحمل و برداشت وغیرہ کرنا پڑے اُس کا فرضِ منصبی ہوگا، ہاں جس طرح ایک طبیبِ حاذق اور شفیق ڈاکٹر کا فرض یہ بھی ہوگا کہ اگر مریض میں مادّہ فاسد نہایت شدومد سے جاگزیں ہو کر تمام جسم کو خراب کر رہا ہو آئندہ کو اُس سے طرح طرح کے اندیشے ہوں اور کسی صورت سے اُس کا دبانا اور تحلیل کرنا ممکن نہ ہو تو مسہل کے ذریعہ یا نشتر کے وسیلہ سے اُس کا اِس قدر اخراج کردے کہ جسم کی اصلاح ممکن ہو جائے اِسی طرح کبھی کبھی مخصوص صورتوں اور احوال میں اسلام کو بھی محض اصلاحِ عالمِ انسانی کی غرض سے تلوار اُٹھا کر شخص اکبر (عالمِ شہادت) کو مسہل دینا اور اُس کے دُنبل [1] میں نشتر لگا کر مادّہ فاسد کو نیست و نابود کر دینا ضروری ہوگا جس کو ''جہاد'' کہتے ہیں۔ [2]

جب عقلمند اور بے وقوف، متمدن اور وحشی، متبع قانون اور آزاد [3]، عالم اور جاہل کا مقابلہ ہوگا تو ہمیشہ صنفِ اوّل پر اُن اُن مظالم کی بوچھاڑ ہوگی کہ وہ خود اُن کے کرنے سے عاجز ہوگی اِس کو عقل و تمدن قانون اور علم میدانِ انتقام میں بے وقوفی، وحشت آزادی اور جہالت کی کارروائیوں سے روکیں گے اور مجبور کریں گے کہ وہ اِس جگہ میں انسانیت اور قانون کو ہاتھ سے نہ جانے دے مگر صنفِ ثانی حق کو چھپائے گی سچائی کو دبائے گی خود غرضی کی داد دے گی اور تعصب پر کاربند ہوگی باطل پرستی اپنا شعار بنائے گی

---

[1] پھوڑا [2] یعنی تصور یہ ہے کہ پورا عالم انسانی ایک جسم ہے اور یہ اکابر مجرمین فرعون صفت جو راہِ حق میں حائل ہیں جنہوں نے دوسرے انسانوں کو یہاں تک دبا رکھا ہے کہ وہ اپنے متعلق اپنے ضمیر کی آواز پر بھی آزادی سے عمل نہیں کر سکتے، یہ فرعون صفت سرغنہ جسمِ انسانی کا دُنبل ہیں جس کے متعدی اثرات پورے جسم کو فاسد کر رہے ہیں پس اِس مادّہ فساد کا آپریشن کر دینا ضروری ہے، جہاد کی حدت و شدت اِسی آپریشن کی حد تک رہتی ہے اور یہی اِس کی غرض و غایت ہے۔ [3] آوارہ

نہایت شرمناک پروپیگنڈا کر کے اہلِ حق کو اور صنفِ اوّل کو بدنام کرے گی اور اپنے آپ کو بے قصور دکھلاتی ہوئی ہر قسم کی قوتوں سے کام لے گی۔ یہ معاملہ اسلام کے ساتھ دوسری قوتوں اور اغیار کا ہمیشہ سے رہا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے مگر ہر زمانہ میں مقدس بانیٔ اسلام اور اُس کے متبعین مسلمانوں نے حق وصداقت عدل وتہذیب کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا اُن کی جہالت وگمراہی کا جواب جہالت وگمراہی سے نہیں دیا

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''اے ایمان والو ! ہو جاؤ تم اللہ تعالیٰ کے لیے (اُس کی خوشنودی کی غرض سے) پوری پابندی کرنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی ادا کرنے والے، اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اِس پر آمادہ اور برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل وانصاف نہ کرو، عدل کیا کرو کہ وہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔''

﴿ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾ (سُورۃ المائدہ : ۲)

''تم کو کسی قسم کی دشمنی اور بغض اِس بنیاد پر کہ اُنہوں نے تم کو خانہ کعبہ سے روک دیا ہے اِس پر برانگیختہ اور آمادہ نہ کر دے کہ تم حد سے آگے بڑھ جاؤ اور تعدی کرنے لگو اور بھلائی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ وتعدی پر ایک دوسرے کی مذمت کرو اور خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ خداوند کریم سخت بدلہ لینے والا ہے۔''

اِن ہی احکام کی بنا پر آنحضرت علیہ السلام اور اسلاف کرام ہمیشہ موافق اور مخالف دشمن اور دوست کو عدل اور انصاف کی نظروں سے دیکھتے رہے، دشمنوں کی جفا کاریوں کو ہمیشہ قانونِ الٰہی کی پابندیوں کی بنا پر اور اپنے اِرادہ اور نصیحت وخیرخواہی کی وجہ سے پس پشت ڈالتے رہے کبھی عدل وانصاف کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

(جاری ہے)

قسط : ۷

فضائل کلمہ طیبہ اور اُس کی حقیقت

﴿حضرت مولانا محمد اِدریس صاحب اَنصاری رحمۃ اللہ علیہ﴾

کلمہ طیبہ کی خصوصیات :

(۱) ایک پکارنے والا عرشِ الٰہی کے نیچے کھڑے ہوکر آواز سے کہتا ہے اے جہنم ! تو کس کے لیے پیدا کی گئی ؟ جہنم کہتی ہے میں اُس کے لیے پیدا کی گئی جو لا اِلٰہ اِلا اللہ کا اِنکار کرے اور جو لا اِلٰہ اِلا اللہ پڑھتا ہے اُس پر میں حرام ہوں ۔(احسن المواعظ)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے رات دن میں کسی وقت لا اِلٰہ اِلا اللہ کہا اُس کے اعمال نامے میں جتنے بھی چھوٹے گناہ تھے سب معاف ہوگئے ۔(ترغیبِ منذریؒ)

(۳) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب میری اُمت کے گناہگار مرد عورت جہنم میں ڈالے جائیں گے تب یہ لوگ متفق ہوکر لا اِلٰہ اِلا اللہ کا ذکر کریں گے، کلمہ سنتے ہی جہنم کی آگ اِن کے پاس سے دُور ہو جائے گی، مالکِ داروغۂ دوزخ، دوزخ کی آگ سے کہیں گے اے آگ اِن کو جلا کر کوئلہ کردے، آگ عذر کرے گی کہ اے مالک یہ لوگ ایسا کلمہ پڑھتے ہیں کہ اِس کلمہ کی وجہ سے میں اِن کو کبھی بھی نہیں جلاسکتی ۔ مالک پھر فرمائیں گے نہیں نہیں، اِن کو اپنی لپیٹ میں لے کر جلادے، آگ پھر عذر کرے گی کہ بھلا میں کس طرح جلاسکتی ہوں یہ لوگ تو لا اِلٰہ اِلا اللہ پڑھتے ہیں، مالک تیسری مرتبہ آگ کو حکم دیں گے جلدی کر اور اِن کو جلا کر خاک سیاہ کردے، تب آگ اُن کے نزدیک آئے گی اُس وقت اللہ کے حکم سے اُن کی زبانیں بند ہو جائیں گی اور پھر یہ لوگ کلمہ نہ پڑھ سکیں گے، اُس وقت جہنم کی آگ اِن کو اپنی لپیٹ میں لے کر جلانا شروع کردے گی ۔(تنبیہ الغافلین اَز ابو اللیث سمرقندیؒ)

دل سے کلمہ پڑھنے والے کی قبر میں روشنی ہوگی اور اُس کی قبر کو فراخ کردیا جائے گا :

(۴) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب میت کو قبر میں داخل کردیا جاتا ہے تو اُس کے پاس دوفرشتے آتے ہیں جن کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور اُن کی آنکھیں نیلی ہوتی ہیں اُن میں سے ایک کو ''منکر'' دُوسرے کو ''نکیر'' کہتے ہیں اور یہ دونوں فرشتے آکر اِس طرح سوال کرتے ہیں :

کیا کہتا ہے تو اِس شخص (محمد ﷺ) کے بارے میں، تب مردہ اُس کے جواب میں یہ کلمہ کہے گا هُوَ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ یعنی وہ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِس پر دونوں فرشتے کہیں گے ہم تیری صورت دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ تو یہی کہے گا، اِس کے بعد اُس کی قبر میں ستر ہاتھ مربع فراخی کردی جائے گی اور پھر اُس کے واسطے وہاں پر روشنی کردی جائے گی اور پھر مردہ سے کہا جائے گا کہ سوجا (آرام کر) مردہ اُس کے جواب میں یہ کہے گا کہ میں چاہتا ہوں کہ واپس اپنے بال بچوں کو اپنی حالت کی اطلاع دوں، اِس پر فرشتے فرمائیں گے نہیں، بلکہ آرام کر جس طرح دُلہن آرام کرتی ہے اور اُس کو کوئی نہیں چھیڑتا بجز اُس کے خاوند کے۔

اور اگر یہ مردہ کلمہ لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ کا زبان سے تو اِقرار کرتا تھا لیکن دل سے اِس کی تصدیق نہیں تھی تو فرشتوں کے جواب میں کہے گا کہ جس طرح اور لوگ کلمہ پڑھتے تھے میں بھی اُسی طرح پڑھتا تھا، اِس پر فرشتے فرمائیں گے ہم کو تیرے چہرے سے پہلے ہی اندازہ تھا کہ تو اِس طرح کہے گا اور اِس کے بعد زمین سے کہا جائے گا اے زمین تو اِس پر برابر ہوجا چنانچہ زمین اِس پر برابر ہوجائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اُس کی دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں پسلیاں داہنی میں داخل ہوجائیں گی اور وہ اِسی طرح قیامت تک عذاب میں مبتلا رہے گا۔ (ترمذی شریف)

مسلمان سے قبر میں کلمہ طیبہ سنا جائے گا :

(۵) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جائے گا تو وہ اُس کے جواب میں لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ پڑھے گا۔ (بخاری و مسلم)

کلمہ طیبہ کے مقابلہ میں آسمان اور زمین اور اُن کی ساری کائنات ہلکی ہیں :

(۶) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اللہ مجھے کوئی ایسی چیز (وظیفہ) بتلایا جائے جس سے میں آپ کو یاد کرلیا کروں، اِس پر اِرشاد عالی ہوا کہ اے موسٰی ! لا اِلٰہ اِلا اللہ کہہ کر ہم کو پکارا کرو اور لا اِلٰہ اِلا اللہ کہہ کر ہمارا ذکر کیا کرو۔ موسٰی علیہ السلام نے درخواست کی کہ اے اللہ ! یہ کلمہ تو تمہارے تمام بندے پڑھتے ہیں، میں تو کوئی ایسی خاص چیز چاہتا ہوں جو میرے سوا دوسرا کوئی اُس کو نہ جانے، اِس پر حق تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا : اے موسٰی (تم اِس کلمہ کی قدر نہیں جانتے) اگر میرے علاوہ ساتوں آسمان اور اُن کی حفاظت کرنے والے اور ساتوں زمینیں مع اپنے رہنے والوں کے ترازو کے پلڑے میں رکھ دیے جائیں اور لا اِلٰہ اِلا اللہ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تو لا اِلٰہ اِلا اللہ سب پر غالب ہو جائے گا۔(مشکوۃ شریف)

کلمہ طیبہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتا ہے :

(۷) جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سبحان اللہ نصف المیزان ہے اور الحمد للہ اِس کو بھر دیتا ہے اور لا اِلٰہ اِلا اللہ کے لیے اللہ کے سوا کوئی پردہ نہیں، یہاں تک کہ یہ کلمہ براہِ راست سیدھا اللہ کی جناب میں پہنچ جاتا ہے۔(ترمذی شریف)

کلمہ پڑھنے والے حضور ﷺ کی شفاعت کے سب سے زیادہ مستحق ہوں گے :

(۸) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ میری شفاعت کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جن لوگوں نے دل سے یقین کر کے سچ سمجھ کر اِقرار کیا ہوگا۔

کلمہ پڑھنے والے کو رب العزت اپنے دستِ قدرت سے جہنم سے نکالیں گے :

(۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میں چوتھی مرتبہ اللہ کی جناب میں تعریف کروں گا اور پھر سجدہ میں چلا جاؤں گا تب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے محمد (ﷺ) اُٹھاؤ اپنے سر کو اور کہو ہم تمہاری سنیں گے، مانگو ہم تم کو دیں گے، سفارش کرو ہم تمہاری سفارش قبول کریں گے۔

میں عرض کروں گا اے میرے پالنے والے ! مجھے اِجازت دیجئے اُن لوگوں کے بارے میں جنہوں نے صرف لا اِلٰہ اِلا اللہ کہا اور اُن کے پاس اِس کے سوا کوئی عمل نہیں۔ اُس وقت حق تعالیٰ فرمائیں گے اے ہمارے پیارے ! یہ تمہارے لیے نہیں بلکہ قسم ہے میری عزت اور میرے جلال اور میری بڑائی اور عظمت کی لا اِلٰہ اِلا اللہ کہنے والوں کو جہنم سے میں خود اپنے ہاتھ سے نکالوں گا۔

کلمہ پڑھنے کے بعد تمام چھوٹے بڑے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں :

(۱۰) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور ﷺ اپنے ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ سے بیعت ہوجاؤں، آپ نے ہاتھ بڑھایا میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ نے فرمایا اے عمرو ! کیا ہوا ؟ میں نے عرض کیا حضور میں چاہتا ہوں کہ پہلے آپ سے کچھ شرائط طے کرلوں۔ آپ نے فرمایا تیری کیا شرائط ہیں ؟ میں نے جواب دیا کہ میرے تمام گناہ معاف ہونے چاہئیں، اِس پر آپ نے فرمایا اِنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَاکَانَ قَبْلَهٗ اے عمرو تم جانتے نہیں کہ ایک مرتبہ کلمہ پڑھنے سے جتنے بھی اِس سے پہلے گناہ ہو چکے ہیں سب معاف ہوجاتے ہیں۔ (مسلم شریف)

(۱۱) جس نے لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ دل کی تصدیق کے ساتھ پڑھا اُس پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۲) جس نے لا اِلٰہ اِلا اللہ کہا اور اِسی پر اُس کی موت ہوگئی وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا اگرچہ وہ زنا کرے اور چوری کرے۔ (ترمذی شریف)

(۱۳) کلمہ پڑھ کر جو شرک سے بچتا رہا اُس کے واسطے اللہ کی ضمانت ہے کہ اُس کو عذاب نہیں کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۴) جو شخص دل کے یقین کے ساتھ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے اُس کے لیے جنت کی بشارت ہے۔ (مسلم شریف)

(۱۵) جنت کی کنجیاں لا اِلٰہ اِلا اللہ کی گواہی دینے سے حاصل ہوتی ہیں۔ (مسند احمد)

(۱۶) جو شخص لا اِلٰہ اِلا اللہ پڑھتا ہو اُس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہو اور کسی عمل کی وجہ سے اُس کو اِسلام سے خارج نہ کرو۔ (ابوداؤد)

(۱۷) جو بندہ رات دن کے کسی حصہ میں لا اِلٰہ اِلا اللہ پڑھتا ہے اُس کے نامۂ اعمال میں جس قدر جھوٹے گناہ ہوں گے سب مٹا دیے جائیں گے اور اُس کے عوض اُتنی ہی نیکیاں وہاں پر لکھ دی جائیں گی۔ (مسند ابویعلیٰ)

(۱۸) جس نے لا اِلٰہ اِلا اللہ تعظیم سے پڑھا اور اُس کے حرفوں کی کشش کو ذرا کھینچ کر پڑھا تو اُس کے چار ہزار گناہ معاف ہوں گے اور اگر اُس کے اِتنے گناہ نہ ہوں گے تو اُس کے گھر والوں اور پڑوسیوں کے اُتنے ہی گناہ معاف کر دیے جائیں گے [۱] اِس سے معلوم ہوا کہ ذکر کرنے والوں کا پڑوس بھی بہتر چیز ہے اور اُن کے بال بچہ بننا بھی بڑی اللہ کی رحمت ہے۔

(۱۹) عرشِ الٰہی کے سامنے ایک عظیم الشان نور کا ستون ہے جب کوئی شخص دُنیا میں کلمہ پڑھتا ہے تو وہ نورانی ستون خود بخود حرکت کرنے لگتا ہے، حق تعالیٰ اُس ستون سے فرماتے ہیں کہ ٹھہر جا، کیوں حرکت کرتا ہے ؟ وہ ستون عرض کرتا ہے کہ اِلٰہی جب تک اِس کلمہ کے پڑھنے والے کی بخشش اور معافی نہ ہوجائے گی میں اِس کی سفارش کرنے کی غرض سے اِسی طرح حرکت کرتا رہوں گا، باری تعالیٰ کا اِرشاد ہوگا اچھا ہم نے اِس کلمہ پڑھنے والے کو بخش دیا تب وہ ستون ٹھہر جائے گا۔ (مسند بزار)

(۲۰) تاریخ آثار الاوّل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت ہے کہ میرے حبیب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے بیان فرمایا کہ میں نے رب العزت سے سنا ہے کہ لا اِلٰہ اِلا اللہ میرا قلعہ ہے جس نے اِس کلمہ کو صدقِ دل سے پڑھا وہ میرے قلعہ میں داخل ہوگیا اور جو شخص بھی میرے قلعہ میں داخل ہوگیا وہ میرے عتاب سے محفوظ ہوگیا۔ [۲]

(جاری ہے)

[۱] تنبیہ الغافلین اَز ابواللیث سمرقندیؒ [۲] صوفیاء کرام اکثر اپنی کتابوں میں اِس حدیث کو بیان کرتے ہیں الفاظ یہ ہیں :
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حِصْنِیْ وَمَنْ قَالَھَا دَخَلَ فِیْ حِصْنِیْ وَمَنْ دَخَلَ اَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ.

ماہِ صفر المظفر منحوس نہیں

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد شفیق شاہ صاحب، اِنڈیا ﴾

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا عَدْوٰی وَلَا هَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ. (مشکوۃ شریف باب الفال والطیرة رقم الحدیث : ۴۵۷۹)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رحمتِ عالم ﷺ کا اِرشاد نقل فرماتے ہیں کہ ایک بیماری کا حکمِ الٰہی کے بغیر دوسرے کو لگ جانا، پرندہ سے بدفالی ونحوست لینا نیز اُلو اور ماہِ صفر کو منحوس سمجھنے کی کوئی حقیقت نہیں۔''

توحید کا صحیح تصور اِنسان کو توہمات سے نجات دلاتا ہے :

دینِ اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے یعنی اللہ جل شانہ کو ایک ماننا اور اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی یکتا ہے اور اپنی عالی صفات واختیارات کے اعتبار سے بھی تن تنہا وبے مثل ہے، اُس کا کوئی ساجھی وشریک نہیں، موت وحیات کی کلید اُس نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، نفع نقصان کا خالق ومالک وہی ہے، کامیابی وناکامی اُسی کے حکم سے وابستہ ہے، سب کچھ اُسی کے حکم سے ہوتا ہے اُس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ توحید کا صحیح تصور انسان کو ایک طرف تو دَر دَر کی غلامی سے بچاتا ہے اور دوسری طرف توہمات سے بھی نجات دلاتا ہے، توہمات کہتے ہیں خواہ مخواہ کسی وہم اور انجانے خوف میں مبتلا ہونا اور نفع نقصان کو اللہ پاک کی ذاتِ عالی کے علاوہ کسی اور کے ساتھ وابستہ کر لینا مثلاً کسی چیز یا شخص یا جانور یا پرندہ یا مہینہ، دن اور گھڑی کو نامبارک منحوس اور اشبھ سمجھ لینا یا کسی خاص پتھر کی انگوٹھی یا نمبر سے کامیابی ونفع کی اُمید قائم کر لینا، یہ سب توہمات ہیں۔

جو شخص جس قدر توحید میں پختہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ پر اُس کا جتنا زیادہ یقین ہوگا وہ اُسی قدر توہم پرستی کی اِس مصیبت سے آزاد اور توہمات کا قیدی وغلام بننے سے محفوظ رہے گا، اِس کے برخلاف

اگر ایمان میں خامی اور یقین میں کمزوری ہو تو اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی ایسی بہت سی بے بنیاد باتوں اور توہمات کا شکار ہو سکتے ہیں۔

ماہِ صفر کے توہمات کی نفی قرآن وحدیث میں :

چنانچہ دیکھئے ! اسلام سے قبل دورِ جاہلیت میں عقیدۂ توحید سے محروم ہونے کہ وجہ سے لوگ قسم قسم کے توہمات اور خرافات میں مبتلا تھے مثلاً سفر میں جانے سے قبل پرندے کو اُڑایا جاتا اگر وہ دائیں جانب اُڑتا تو اِسے نیک فال تصور کرتے اور سفر کرتے لیکن اگر بائیں طرف اُڑتا تو بدفالی لیتے اور سفر سے گریز کرتے، اسی طرح اُلو کو منحوس پرندہ خیال کرتے وہ بے چارہ بے زبان جب کسی کے مکان پر بیٹھ جاتا تو سمجھتے کہ یہ گھر اُجڑ جائے گا نیز اسلامی سال کا جو دُوسرا مہینہ ہے ''صفر'' اسے ناکامی کا پیش خیمہ سمجھا جاتا تھا اُن کا خیال تھا کہ اِس ماہ میں جو کاروبار کیا جائے گا نقصان سے دوچار ہوگا، جو سفر ہوگا وہ نامراد اور سقر (جہنم یعنی مصیبت کا سبب) ہوگا، جو شادی ہوگی وہ خانہ بربادی ہوگی وغیرہ، اِس کی بنیاد وہ نحوست تھی جو گناہوں کی وجہ سے فتنوں، وباؤں، امراض ومصائب وحوادثات کی شکل میں کبھی اس مہینہ میں پیش آئی تھی اور اِس بنیاد پر جہلاء نے عقیدہ بنالیا کہ صفر کا مہینہ نحوست ومصیبت کا مہینہ ہے۔

صفر کے متعلق بعض لوگوں کا گمان یہ تھا کہ وہ ایک قسم کا سانپ ہے جو انسان کے معدہ میں پرورش پاتا ہے اور جو بھوک کی شدت میں تکلیف محسوس ہوتی ہے اُس کی اصل وجہ وہی سانپ ہے جو اندر سے انسان کو ڈستا ہے، اس تصور سے ہی انسان لرز اُٹھتا تھا اور صفر کی آمد سے اُس کے تصورات واحساسات میں ایک ہلچل سی پیدا ہو جاتی تھی۔

اسی طرح دورِ جاہلیت میں ''نَسِیْء'' والا عمل اپنی اغراضِ نفسانی کی وجہ سے ''صفر'' میں جائز سمجھا جاتا تھا، نَسِیْء کہتے ہیں مہینہ آگے پیچھے کرنے کی رسم کو، اور یہ رسم عام طور پر صفر میں ہوا کرتی تھی جس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (جس دن آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا اُسی دن سے سال کے بارہ مہینوں میں سے) چار مہینوں کو حرام قرار دیا تھا یعنی اِن میں قتل وقتال کی اجازت نہ تھی (یہ چار مہینے

ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب تھے مگر یہ حکم پہلے تھا جمہور کا قول ہے کہ اب ان کی حرمت منسوخ ہوگئی) قریشِ مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور کعبہ شریف کے متولی بھی تھے جو اُن کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر فرمایا تھا، ان لوگوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں سے جو باتیں باقی رہ گئی تھیں اُن میں حج کرنا اور چار مہینوں کو محترم سمجھتے ہوئے اُن میں قتل وقتال کو حرام سمجھنا بھی تھا لیکن اُن میں اور عرب کے دیگر قبائل میں جہالت کی وجہ سے شر وفساد اور جنگ وجدال ایک پیشہ بن کر رہ گیا تھا اِسی وجہ سے وہ کبھی اِن مہینوں میں سے کسی محترم مہینہ میں لڑائی کی ضرورت محسوس کرتے تو اپنی طرف سے اُس مہینہ کو مؤخر کردیتے مثلاً ماہِ محرم کو صفر اور صفر کو محرم قرار دے کر جنگ کر لیتے تھے اِس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مہینہ حرمت والا تھا اُس کو اپنی طرف سے حلال اور جو مہینہ حلال تھا اُسے اپنی طرف سے حرام قرار دیتے تھے، قرآنِ کریم نے سب سے پہلے اِس رسمِ جاہلیت کی تردید کی اور اِسے گمراہ کن طریقہ بتلایا ﴿اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا﴾[۱] "نَسِیْٓء" یعنی مہینوں کی حرمت کو آگے بڑھا دینا کفر میں ترقی کرنا ہے جس سے کافر لوگ گمراہ کیے جاتے ہیں۔" (انوار البیان ج ۲ ص ۵۳۱)

معلوم ہوا کہ ماہِ صفر نامبارک سمجھنے کے علاوہ اِس کے متعلق یہ نسیء والی رسم بھی گمراہ کن خرافات میں سے ایک تھی اس لیے رحمتِ عالم ﷺ نے ماہِ صفر کے متعلق اُن تمام خرافات اور توہمات کی کلیۃً نفی فرمادی بلکہ اِس کے علاوہ بھی جو توہمات تھے اُن سب کی بھی تردید فرمائی اِرشاد فرمایا :

لَا عَدْوٰی وَلَا ھَامَۃَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ چھوت چھات یعنی ایک کی بیماری کا حکمِ الٰہی کے بغیر خود بخود کسی اور کو لگ جانا، کسی چیز سے بدفالی اور نحوست لینا، اُلو وغیرہ کو منحوس سمجھنا اور صفر کے جملہ توہمات سب کے سب باطل اور بے حقیقت ہیں آپ نے صفر کے منحوس ہونے کی نفی فرما کر اُس کے "مظفر" ہونے کو واضح فرمادیا۔

اس مفہوم کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں بکثرت وارد ہوئی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ

---

[۱] سُورۃ التوبہ : ۳۷

جاہلی معاشرہ میں اِس طرح کے باطل نظریات اور توہمات عقیدہ کی شکل اختیار کر چکے تھے اور شرک کا چور دروازہ بند کرنے کے لیے اِن توہمات سے معاشرہ کو پاک کرنا ضروری تھا کیونکہ کسی چیز کو نفع یا نقصان میں براہِ راست مؤثر سمجھنا شرک ہے اس لیے کہ مؤثر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اس وجہ سے رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے اِرشادات میں اس طرح کے باطل نظریات اور بے بنیاد توہمات کی کھل کر نفی فرمائی اور ساتھ ہی انسانی معاشرہ کو کامیاب زندگی کی راہوں میں صالح عقیدہ کی روشنی بھی بخشی، آپ نے عقیدۂ توحید کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ایسا راسخ کر دیا کہ پھر وہ اِس قسم کے تصورات اور توہمات کو اپنے قریب بھی پھٹکنے نہیں دیتے تھے۔

دورِ فاروقی کا ایک عجیب واقعہ :

اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کا واقعہ بڑا مشہور ہے کہ جب مصر کا علاقہ فتح ہوا تو اُس کی معیشت کا مدار بڑی حد تک دریائے نیل پر تھا، یہاں کے لوگوں کا معمول تھا کہ جب دریا خشک ہو جاتا تو ایک کنواری لڑکی کو دُلہن بنا کر دریا کے بیچ میں ڈال دیا جاتا، دریا کی بلا خیز موجیں اُٹھتیں اور اُسے بہا کر موت کی نیند سلا دیتیں، جب مصر خلافتِ اسلامیہ کے زیرِ نگیں آنے کے بعد دریا خشک ہوا اور گورنر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اِس رسمِ بد کی اطلاع ملی تو اِس موحد نے اِس وہم اور رسمِ بد کا انکار کر دیا مگر لوگوں کا یہ عقیدہ بن گیا تھا اس لیے اصلاح کی غرض سے سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو صورتِ حال لکھ دی اور مشورہ طلب کیا، جواباً آپ نے ایک تحریر دریائے نیل کے نام لکھ کر ہدایت دی کہ اِسے دریائے نیل میں ڈال دیا جائے جس میں آپ نے دریائے نیل کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا :

> ''اے دریا ! اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہے (جیسا کہ ہمارا ایمان ہے) تو میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے جاری رکھے اور اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہیں بلکہ کنواری لڑکی کے بھینٹ دینے سے جاری ہے جیسا کہ یہاں کے توہم پرست لوگوں کا عقیدہ ہے تو پھر ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں، ہماری ضرورت کا انتظام

اللہ تعالیٰ کرنے والا ہے۔حسبِ ہدایت یہ تحریر دریا میں ڈال دی گئی تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی کرامت یہ ظاہر ہوئی کہ دریائے نیل اس شان سے جاری ہوا کہ دوسرے دن (جو ہفتہ کا دن تھا) سولہ ہاتھ پانی ہو گیا اور پھر آج تک کبھی نہیں تھما۔'' (اَزراہِ عمل ص ۳۷۲ بحوالہ البدایہ والنہایہ)

ماہِ صفر کے توہمات کی بنیاد جہالت ہے :

صاحبو ! حقیقت یہ ہے کہ اگر ایمان قوی ہو، توحید کا عقیدہ مضبوط ہو، اللہ تعالیٰ ہی سے نفع ونقصان اور سب کچھ ہونے اور اُس کے غیر سے کچھ نہ ہونے کا پختہ یقین ہو تو ایک مسلمان کبھی ایسے خرافات اور توہمات میں مبتلا ہو ہی نہیں سکتا اس لیے کہ قرآنِ پاک کے اِس فرمان پر ہر مسلمان کا ایمان ہے جس میں اِرشاد فرمایا گیا :

﴿ قُلْ لَنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ھُوَ مَوْلٰنَا وَ عَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾[1]

''کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مقدر میں جو کچھ لکھ دیا ہمیں اُس کے سوا کچھ نہیں پہنچ سکتا، وہی ہمارا رکھوالا ہے اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

اس آیتِ کریمہ پر جس کا ایمانِ کامل ہوگا وہ مسلمان کبھی فضول توہمات میں مبتلا نہیں ہو سکتا مگر افسوس صد افسوس ایمان وعقیدہ کی کمزوری، جہالت اور غیروں کی صحبت کی وجہ سے جہاں بہت سے مسلمانوں نے برادرانِ وطن سے زندگی کے دوسرے شعبوں اور سماجی رسومات وخرافات میں ہندو معاشرت کا اثر قبول کیا وہیں فکر ونظر اور عقیدہ کے باب میں بھی بہت سے مسلمان اُن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، من جملہ اُن کے توہمات بھی ہیں، آج بہت سے مسلمان طرح طرح کے توہمات میں مبتلا ہیں مثلاً یہ کہ بلی راستہ کاٹ دے تو سفر ملتوی کر دینا چاہیے، اُلو کا گھر پر بیٹھنا اب بھی نحوست کی علامت سمجھا جاتا ہے، اگر بہو کے گھر میں آنے کے بعد سسرال میں کسی کا انتقال ہو جائے تو اِسے ڈاکن تصور کیا جاتا ہے حالانکہ اِن سب باتوں اور صفر سے متعلق بے جا توہمات کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] سُورۃ التوبہ : ۵۱

متعدد مستند اور صحیح حدیثوں میں تردید فرمائی ہے، اِس کے باوجود کمزور عقیدہ کے لوگ اب بھی ماہِ صفر کو منحوس سمجھتے ہیں بلکہ آسمان سے بلائیں نازل ہونے والا مہینہ سمجھتے ہیں، اسی وجہ سے اس میں شادی وغیرہ کوئی خوشی کا کام نہیں کیا جاتا حتی کہ اِس میں بچہ کی ولادت کو بھی پریشانیوں کا پیش خیمہ سمجھا جاتا ہے بالخصوص صفر کی تیرہ تاریخ کو ''تیرہ تیزی'' اور ''آخری بدھ'' کو منحوس دن تصور کیا جاتا ہے۔

یاد رکھو ! ماہِ صفر کے متعلق جو کچھ توہمات ہیں اُن کی بنیاد پہلے بھی جہالت پر تھی اور آج بھی جہالت ہی پر ہے جہلاء کے یہاں یہ صفر صِفر سمجھا جاتا ہے جبکہ ہمارے یہاں صفر بھی ''ماہِ ظفر'' سمجھا جاتا ہے

ماہِ صفر سے متعلق پیش کی جانے والی روایت کا تحقیقی جائزہ :

رہی بات اُس روایت کی جس میں یہ کہا گیا کہ مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُہٗ بِالْجَنَّةِ ''جو مجھے ماہِ صفر کے ختم ہونے کی بشارت دے میں اُسے جنت کی بشارت دوں گا'' اس سے استدلال کرتے ہوئے بعض لوگوں نے صفر کے نحوست والا ہونے کو ثابت کیا ہے۔ تو اِس بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے، ملا علی قاریؒ نے اِسے ''الموضوعات الکبری'' ص ۶۹ میں بے اصل قرار دیا ہے لہٰذا اِس سے ماہِ صفر کے منحوس ہونے پر استدلال کرنا جہالت ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس موضوع روایت کے مقابلہ میں بہت سی صحیح اور معتبر روایتیں ایسی ہیں جو صفر کے منحوس اور نامبارک ہونے کی نفی کرتی ہیں اس لیے بھی صحیح روایت کے مقابلہ میں موضوع روایت کو پیش کرنا غلط اور اصول کے خلاف ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس موضوع روایت سے بذاتِ خود صفر کا منحوس ہونا کہیں ثابت نہیں ہوتا یہ صرف جہلاء کا اختراع اور خیال ہے، لیکن اگر موضوع ہونے سے قطع نظر کرتے ہوئے اِس کو تھوڑی دیر کے لیے مان بھی لیا جائے تب بھی اس کا مطلب وہ نہیں جو صفر کے منحوس ہونے کے بارے میں مراد لیا جاتا ہے بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ربیع الاوّل میں ہونے والا تھا اور آپ وصال کے بعد اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے مشتاق تھے جس کی وجہ سے آپ کو صفر کے ختم ہونے اور

ربیع الاوّل کے آنے کا بڑا انتظار تھا لہٰذا ہو سکتا ہے کہ اِس خبر کے لانے پر آپ نے بشارت مرتب فرمائی ہو، تو اِس سے صفر کی نحوست کا کیا تعلق !

خلاصہ :

خلاصہ یہ ہے کہ یا تو یہ روایت خود ساختہ ہے یا پھر اِس کا مضمون و مفہوم خود ساختہ ہے، کسی بھی پہلو سے اس سے صفر کا منحوس ہونا ثابت نہیں ہوتا، ہمارے علماء نے صفر کے ساتھ مظفر یا خیر کا لفظ بڑھایا تو اُس کی وجہ یہی ہے کہ یہ منحوس نہیں بلکہ مبارک مہینہ ہے، خیر و برکت والا اور سراسر ظفر ہے نحوست سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اصل نحوست گناہوں میں ہے، سارا وبال اسی سے آتا ہے :

﴿ وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ [1]

''اور تمہیں جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے ہی پہنچتی ہے اور بہت سے کاموں سے تو وہ درگزر ہی کرتا ہے۔''

عاجز کے خیالِ ناقص میں آفات و بلیات کی اصل وجہ معاصی اور خواہشات کا اتباع ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔ حضرت یحیٰی بن معاذ رازی کا اِس بارے میں اِرشاد ہے کہ جو شخص پیٹ بھر کر خوب کھاتا ہے (عموماً) اُس کا گوشت زیادہ ہوجاتا ہے جس کا گوشت زیادہ ہوجاتا ہے (عمومًا) اُس کو شہوت زیادہ ہوتی ہے اور جس کی شہوت زیادہ ہوتی ہے اُس کے گناہ زیادہ ہوتے ہیں اور جس کے گناہ زیادہ ہوتے ہیں اُس کا دل سخت ہوجاتا ہے اور جس کا دل سخت ہوجاتا ہے وہ آفات و بلیات میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ (تنبیہات اِبن حجرؒ)

لہٰذا دل اور عقیدہ کی اصلاح ضروری ہے اِس کے بغیر گناہوں سے بچنا آسان نہیں، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے، آمین ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

---

[1] سُورة الشورٰی : ۳۰

فضائلِ آیت الکرسی

قسط : ۱

﴿ حضرت مولانا قاری عبدالحفیظ صاحب، فاضل جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

چوتھائی قرآن کے برابر :

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ سَأَلَ رَجُلًا مِنْ صَحَابَتِہٖ اَیْ فُلَانٍ هَلْ تَزَوَّجْتَ قَالَ لَا لَیْسَ عِنْدِیْ مَا اَتَزَوَّجُ بِہٖ . قَالَ : اَوَلَیْسَ مَعَکَ ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾؟ قَالَ بَلٰی، قَالَ : رُبُعُ الْقُرْآنِ، اَلَیْسَ مَعَکَ ﴿ قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ﴾ ؟ قَالَ بَلٰی، قَالَ : رُبُعُ الْقُرْآنِ، اَلَیْسَ مَعَکَ ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ﴾ ؟ قَالَ بَلٰی، قَالَ : رُبُعُ الْقُرْآنِ، اَلَیْسَ مَعَکَ ﴿اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ ﴾ ؟ قَالَ بَلٰی، قَالَ : رُبُعُ الْقُرْآنِ، اَلَیْسَ مَعَکَ آیَةُ الْکُرْسِیْ ﴿اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا هُوَ﴾ ؟ قَالَ بَلٰی ، قَالَ : رُبُعُ الْقُرْآنِ فَتَزَوَّجْ . (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۰۶)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ میں سے ایک شخص سے دریافت فرمایا کیا تم نے نکاح کرلیا ہے ؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ نہیں میرے پاس کوئی ایسی چیز (مال وغیرہ) نہیں ہے جس سے میں نکاح کرسکوں، آپ نے اِرشاد فرمایا کیا تمہارے پاس (سورۂ) ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ﴾ نہیں ہے ؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں ہے، آپ نے اِرشاد فرمایا کہ وہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے، (پھر آپ نے دریافت فرمایا) کیا تمہارے پاس ﴿ قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ﴾ نہیں ہے ؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں ہے، آپ نے فرمایا وہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے، (آپ نے پھر سوال کیا) کیا تمہارے پاس (سورۂ) ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ﴾ نہیں ہے ؟ اُنہوں نے عرض کیا جی ہاں ہے، آپ نے فرمایا کہ وہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے، پھر آپ نے اُن سے دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس ﴿اِذَا جَآءَ

نَصْرُاللّٰہِ ﴾ نہیں ہے ؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں ہے، آپ نے اِرشاد فرمایا کہ وہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (بعد اَزاں پھر آپ نے سوال دہرایا) کیا تمہارے پاس ''آیت الکرسی'' نہیں ہے ؟ اُنہوں نے عرض کیا جی ہاں ہے، آپ نے اِرشاد فرمایا کہ وہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے لٰہذا تم نکاح کرلو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معمول :

عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَا اَرٰی رَجُلًا اَدْرَکَ عَقْلُہٗ فِی الْاِسْلَامِ یَبِیْتُ حَتّٰی یَقْرَأَ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ ﴿اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِیْھَا لَمَا تَرَکْتُمُوْھَا عَلٰی حَالٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اُعْطِیْتُ آیَۃَ الْکُرْسِیِّ مِنْ کَنْزٍ تَحْتَ الْعَرْشِ وَلَمْ یُؤْتَھَا نَبِیٌّ قَبْلِیْ. قَالَ عَلِیٌّ :فَمَا بِتُّ اللَّیْلَۃَ قَطُّ مِنْہُ سَمِعْتُ ھٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ حَتّٰی اَقْرَأَھَا . (الدیلمی)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کوئی صاحبِ عقل وخرد مسلمان میں نے نہیں دیکھا جو آیت الکرسی پڑھے بغیر رات گزارتا ہو اور اگر تمہیں معلوم ہو جائے جو کچھ اِس میں (فضائل وفوائد) ہیں تو تم کسی حال میں بھی اِسے (پڑھنا) ترک نہ کرو۔ رسولِ کریم ﷺ کا اِرشاد گرامی ہے مجھے آیت الکرسی عرش کے نیچے کے مخصوص خزانوں میں سے دی گئی ہے اور مجھ سے قبل کسی نبی کو نہیں دی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اپنا معمول) بیان فرمایا جب سے میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے تو میں نے کوئی رات بھی اِسے پڑھے بغیر نہیں گزاری۔

وَمَا بِتُّ لَیْلَۃً قَطُّ حَتّٰی اَقْرَأَھَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ اَقْرَأُھَا فِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ اِلٰی اٰخِرِہٖ فِیْ وِتْرٍ وَ حِیْنَ آخُذُ مَضْجَعِیْ مِنْ فِرَاشٍ .(اخرجہ ابن ابی شیبہ ودارمی و محمد بن نصر و ابن الضریس)

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت ہے جس میں یہ اضافہ ہے کہ میں کوئی رات تین بار پڑھے بغیر نہیں گزارتا، دوبار تو عشاء کے بعد وتروں کی دو رکعات میں اور ایک بار سوتے وقت۔''

آیت الکرسی تمام قرآنی آیات کی سردار ہے :

عَنْ عَلِیٍّ بْنِ اَبِیْ طَالِب قَالَ سَیِّدَةُ اٰیِ الْقُرْاٰنِ ﴿اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اِرشاد ہے قرآنِ پاک کی آیات کی سردار آیت الکرسی ہے''

آیت الکرسی اسمِ اعظم ہے :

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ یَرْفَعُہٗ قَالَ اِسْمُ اللّٰہِ الْاَعْظَمُ الَّذِیْ اِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ فِیْ ثَلَاثِ سُوَرٍ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَآلِ عِمْرَانَ وَطٰہٰ . قَالَ اَبُوْ اُمَامَةَ فَالْتَمَسْتُھَا فَوَجَدْتُّ فِی الْبَقَرَةِ فِیْ آیَةِ الْکُرْسِیْ ﴿اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّاھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ وَفِیْ آلِ عِمْرَانَ ﴿اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّاھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ وَفِیْ طٰہٰ ﴿وَعَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ﴾

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے ''اسمِ اعظم'' جس کے ذریعہ جب دُعا کی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے وہ تین سورتوں میں ہے: سورۃ البقرہ، آلِ عمران اور طٰہٰ میں۔ حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اسمِ اعظم کو تلاش کیا تو سورۃ البقرہ میں آیت الکرسی اور آلِ عمران میں (دوسری آیت) ﴿اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّاھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ اور سورۂ طٰہٰ میں ﴿وَعَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ﴾ میں اِسے پایا۔

ہر قسم کی حفاظت کا ذریعہ ہے :

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا یَنْفَعَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ قَالَ اِقْرَأْ آیَةَ الْکُرْسِیْ فَاِنَّہٗ یَحْفَظُکَ وَذُرِّیَّتَکَ وَیَحْفَظُ دَارَکَ حَتَّی الدُّوَیْرَاتِ حَوْلَ دَارِکَ .(اخرجه المحامل فی فوائد)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ! مجھے ایسی چیز سکھایئے جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے آپ نے اِرشاد فرمایا آیت الکرسی پڑھا کرو کیونکہ یہ تمہاری ، تمہاری اولاد کی اور تمہارے گھر کی حفاظت کرے گی حتی کہ تمہارے اِرد گرد کے پڑوسیوں کے گھروں کی بھی ۔''

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا دَخَلَ مَنْزِلَہٗ قَرَأَ فِیْ زَوَایَاہُ آیَۃَ الْکُرْسِیْ .

''حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو اُس کے (چاروں) کونوں میں آیت الکرسی پڑھ کر دم کرتے ۔''

فرض نماز کے بعد پڑھنے سے دوسری نماز تک حفاظت :

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا مَنْ قَرَأَ آیَۃَ الْکُرْسِیْ فِیْ دُبُرِ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ کَانَ فِیْ ذِمَّۃِ اللّٰہِ اِلَی الصَّلٰوۃِ الْاُخْرٰی.

''حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی تو وہ دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔''

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَرَأَ فِیْ دُبُرِ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ آیَۃَ الْکُرْسِیْ حُفِظَ اِلَی الصَّلٰوۃِ الْاُخْرٰی وَلَا یُحَافِظُ عَلَیْھَا اِلَّا نَبِی اَوْ صِدِّیْقٌ اَوْشَھِیْدٌ .(اخرجه البیهقی فی شعب الایمان)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا تو وہ دوسری نماز تک محفوظ کر دیا جائے گا اور اِس کی (یعنی آیت الکرسی پڑھنے کی) پابندی نبی یا صدیق یا شہید ہی کرتے ہیں۔''

ہر نماز کے بعد پڑھنے سے جنت میں داخلہ :

عَنْ عَلِیٍّ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ قَرَأَ آیَۃَ الْکُرْسِیِّ فِیْ دُبُرِ کُلِّ الصَّلٰوۃِ لَمْ یَمْنَعْہُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ اِلَّا الْمَوْتُ وَمَنْ قَرَأَھَا حِیْنَ یَأْخُذُ مَضْجَعَہٗ اَمَنَہُ اللّٰہُ عَلٰی دَارِہٖ ، وَدَارَ جَارِہٖ وَاَھْلَ دُوَیْرَاتٍ حَوْلِہٖ. (قرطبی ص ۲۶۹ ج ۳)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسولِ کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا تو اُس کے جنت میں داخل ہونے سے سوائے موت کے کوئی دوسری چیز رکاوٹ نہیں رہے گی اور جس شخص نے سوتے وقت اِسے پڑھا تو اُس کا گھر اُس کے پڑوسی کا گھر اور اِردگرد کے دیگر پڑوسیوں کے گھروں کو بھی اللہ تعالیٰ محفوظ رکھیں گے۔''

سوتے وقت پڑھنے سے حفاظت :

عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ: مَنْ قَرَأَ آیَۃَ الْکُرْسِیِّ اِذَا آوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ وُکِّلَ بِہٖ مَلَکَیْنِ یَحْفَظَانِہٖ حَتّٰی یُصْبِحَ . (اخرجہ ابن الضریس)

''حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس شخص نے سوتے وقت آیت الکرسی پڑھی تو اُس پر دو فرشتے مقرر کر دیے جاتے ہیں جو صبح تک اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔''

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ مَنْ قَرَأَ حٰمٓ اَلْمُؤْمِنْ اِلٰی اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ وَآیَۃَ الْکُرْسِیِّ حِیْنَ یُصْبِحُ حُفِظَ بِھِمَا حَتّٰی یُمْسِیَ، وَمَنْ قَرَأَ ھُمَا حِیْنَ یُمْسِیْ حُفِظَ بِھِمَا حَتّٰی یُصْبِحَ . (اخرجہ الدارمی و الترمذی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس شخص نے سورۂ مؤمن کی ابتدائی تین آیات ﴿اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ﴾ تک اور آیت لکرسی کو صبح کے وقت پڑھا تو وہ اِن کی وجہ سے شام تک (ہر بلا و مصیبت سے) محفوظ

رہے گا اور جس نے اِن دونوں کو شام کے وقت پڑھا تو اِن کی وجہ سے صبح تک (ہر بلا و مصیبت سے) محفوظ رہے گا۔''

زچگی کی حالت میں دم :

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَمَّا دَنَا وِلَادَهَا اَمَرَ اُمَّ سَلَمَةَ وَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ اَنْ تَأْتِيَا فَاطِمَةَ فَتَقْرَاَ عِنْدَهَا آيَةَ الْكُرْسِيِّ وَ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ وَ تُعَوِّذَاهَا بِالْمُعَوِّذَتَيْنِ .(اخرجه ابن السنى فى عمل اليوم والليلة)

''حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب وہ زچگی کی حالت میں تھیں تو رسولِ اکرم ﷺ نے اُم المومنین حضرت اُم سلمہ اور زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ تم دونوں فاطمہ کے پاس جاؤ اور اُن کے پاس آیت الکرسی اور ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ اور معوذتین پڑھ کر دم کرو۔''

کھانے میں برکت :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَشَكَا اِلَيْهِ اَنَّ مَافِيْ بَيْتِهٖ مَمْحُوْقَ الْبَرَكَةِ.فَقَالَ اَيْنَ اَنْتَ مِنْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ ؟ مَا تُلِيَتْ عَلٰى طَعَامٍ وَلَا اِدَامٍ اِلَّا اَنْمَى اللّٰهُ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الطَّعَامِ وَالْاِدَامِ. (اخرجه ابن السنى)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور اپنے گھر سے برکت کے اُٹھ جانے کی شکایت کی تو آپ نے اِرشاد فرمایا تو آیت الکرسی سے کیوں غافل ہے ؟ (مزید فرمایا) جس کھانے اور سالن پر آیت الکرسی پڑھی جائے گی تو اللہ اُس کے کھانے وغیرہ میں برکت ڈال دیں گے۔''

مصیبت کا دُور ہونا :

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ قَرَأَ آیَةَ الْکُرْسِیْ وَخَوَاتِیْمَ سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ عِنْدَ الْکُرَبِ اَغَاثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی. (اخرجه ابن السنی)

''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا جس شخص نے آیت الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخری (تین) آیات کسی مصیبت کے وقت پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اُس مصیبت کو دُور فرمادیں گے۔''

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اَپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اَور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

مطالعہ کیوں اور کیسے ؟

﴿ مولانا مفتی سمیع اللہ صاحب، اُستاذ جامعہ فاروقیہ کراچی ﴾

علم کی رُوح، بقا اور حیات اگر ہم کسی چیز کو قرار دے سکتے ہیں تو وہ ''مطالعہ اور کتب بینی'' ہے علم کی ترقی، رُسوخ اور پختگی اِسی کی مرہونِ منت ہے، کوئی فرد مطالعہ اور کتب بینی کے بغیر اعلیٰ علمی مقام حاصل نہیں کرسکتا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب ہم دُنیا کی عبقری شخصیات کی زندگیوں کو دیکھتے ہیں تو اَفکار ونظریات اور میدانِ عمل مختلف ہونے کے باوجود اگر اُن میں کوئی بات قدرِ مشترک ہے تو وہ ذوقِ مطالعہ اور کتب بینی ہے جو اُن کی زندگی کا صرف محبوب مشغلہ ہی نہیں بلکہ اُن کا یہ عشق جنون کی حدود کو چھورہا ہے کتب بینی کے اِستغراق نے اُنہیں دُنیا کی تمام تر رنگینیوں سے بے خبر کیے رکھا۔

مطالعہ ہی اُن کی زندگی کا ایسا مشغلہ رہا ہے کہ سفر، حضر، غم، خوشی، صحت، بیماری، غرض کوئی بھی رُکاوٹ اِس شغل میں حائل اور مانع نہیں بن سکی، نیند جو اِنسانی جسم کی ایک ضرورت ہے اُس کی بہت قلیل مقدار پر اِکتفا کر کے نرم بستروں کے بجائے کتب بینی کی لذت سے لطف اَندوز ہوتے اور اپنے آپ سے تنہائی میں یہ کہتے ؂

تَرُوْمُ الْعِزَّ ثُمَّ تَنَامُ لَيْلًا
يَغُوْصُ الْبَحْرَ مَنْ طَلَبَ اللَّآلِیْ

عُلُوُّ الْكَعْبِ بِالْهِمَمِ الْعَوَالِیْ
وَعِزُّ الْمَرْءِ فِیْ سَهْرِ اللَّيَالِیْ

وَمَنْ رَامَ الْعُلٰی مِنْ غَيْرِ كَدٍّ
اَضَاعُ الْعُمْرُ فِیْ طَلَبِ الْمُحَالِ

''آپ بلندیوں کے خواہاں ہو اور پھر رات کو سوتے ہو ؟ موتیوں کے طالب سمندر میں غوطے لگاتے ہیں۔ بلند مراتب کے لیے مضبوط اور بلند عزائم چاہئیں، عظمتیں اور رفعتیں بقدرِ مشقت ملتی ہیں۔ مشقت کے بغیر عزتوں کے طالب ناممکن حصول کی تلاش میں عمر ضائع کر رہے ہیں۔''

اِمام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے جب زیادہ دیر تک جاگنے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا لوگ تو یہ اطمینان کر کے سو جاتے ہیں کہ کوئی مسئلہ پیش آیا تو محمد بن الحسن الشیبانیؒ سے پوچھ لیں گے میں کس پر اعتماد کر کے سو جاؤں ؟ مرغ سحر کی نغمہ سنجی جب آپ کے مطالعہ میں خلل کا باعث بنی تو اُسے ذبح کرا دیا۔ کتب بینی، حصولِ علم اور اِشاعتِ علم کے اِس جنون نے بہت سارے اَساطینِ اُمت کو رشتۂ اَزدواج میں منسلک ہونے سے باز رکھا، اُنہوں نے علم کو رشتہ اَزدواج پر ترجیح دی۔ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے شموسِ بازعہ کے اَسمائے مبارکہ اور اُن کے مختصر احوال ''العلماء العزاب'' نامی کتاب میں جمع فرمائے ہیں اور شیخ ہی کی کتاب ''صفحات من صبر العلماء'' عاشقِ علم کی ایک حیرت انگیز داستان اور اُن کی زندگیوں کی ایک چھوٹی سی تصویر ہے، فقیر کی خواہش ہے کہ ہر طالب علم کے لیے صرف اِس کے مطالعہ کی نہیں بلکہ سرہانے رکھنے کی ضرورت ہے۔

علم میں تعمق، گہرائی، رُسوخ و استحضار کے لیے آرام طلبی، آرام دہ خواب گاہوں اور نرم بستروں کی نیندیں، جگری دوستوں کی قہقہوں بھری طویل مجلسیں اور بزم آرائی، موبائل اور کمپیوٹر کے فضول استعمال سے کنارہ کش ہونا پڑے گا بلکہ اِس لیلائے مرام کو پانے کے لیے صحرائے عشق میں آبلہ پائی واحد راستہ ہے، اِس عظیم مقصد کے لیے دُنیا کو ترک کرنا پڑے گا اور دُنیا کے حسن کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنا پڑے گا۔ حضرت اِمام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ اپنے اندر کتنی قوت و معنویت رکھتا ہے اَلْعِلْمُ لَا یُعْطِیْکَ بَعْضَہٗ حَتّٰی تُعْطِیَہٗ کُلَّکَ.

اب رہی یہ بات کہ مطالعہ کیسے اور کن کتابوں کا کرے ؟ تو اِن دونوں باتوں کا آسان جواب بلکہ حل یہ ہے کہ کسی اُستاد کی راہنمائی سے یہ کام کرے اور اُن سے رابطہ رکھے اور ہر مرحلہ میں اُن سے مشاورت کرے، وہ طالب ِعلم کی صلاحیت، ضرورت، فہم، حیثیت اور مناسبت کو دیکھ کر کتب کا اِنتخاب فرمائیں گے اور وہی کتب طالب ِعلم کے لیے مفید ہیں، جہاں تک عمومی مطالعہ کا طریقہ ہے تو ''محبت خود تجھے آدابِ محبت سکھادے گی'' تاہم چند چیزیں ایسی ہیں کہ اگر اُن کو ملحوظ رکھا جائے تو اِنشاء اللہ اُس سے طالب ِعلم کو فائدہ ہوگا۔

(1) مطالعہ میں سرعت کے بجائے فہم کو اہمیت دینی چاہیے، اگر کوئی بیس صفحات مطالعہ کرے اور سطحی طور پر، اِس سے بہتر ہے کہ خوب فہم اور بیدار مغزی کے ساتھ دس صفحات کا مطالعہ ہو۔

(2) کتب اور وقت کی مناسبت بھی بہت ضروری ہے عام طور پر کتابیں تین طرح کی ہوتی ہیں :
(۱) عمیق دقیق علمی کتب (۲) سہل اور آسان کتب (۳) نشاط انگیز اور دلچسپ کتب۔

وقت کی بھی تین قسمیں ہیں : (۱) یکسوئی خلوت اور نشاط کا وقت (۲) جلوت اور فرصت کا وقت (۳) تھکاوٹ، اُکتاہٹ اور بیزاری کا وقت۔

قسم اوّل کی کتابوں کا مطالعہ وقت کی قسم اوّل میں ہونا چاہیے، قسم ثانی کا مطالعہ وقت کی دُوسری قسم اور ثالث کا موزوں وقت وقتِ ثالث ہے۔

(3) کتب بینی کی مثال موتی اور جواہر کے بازار میں سیر کرنے کی ہے یا پھل اور پھولوں سے بھرے ہوئے باغ کی طرح ہے لٰہذا قلم اور کاغذ کی زنبیل ساتھ رکھیں تاکہ اپنی پسند یا ضرورت کی چیز کو فوری طور پر محفوظ کیا جاسکے۔

مختصر یہ کہ کتب بینی وہ دوا ہے جس میں تمام بیماریوں کا علاج ہے، وہ چاشنی ہے جس کے سامنے تمام ذائقے ہیچ ہیں، وہ سُر اور سازِ خاموش ہے جس کے سامنے سارے نغمے بے سُر وساز معلوم ہوتے ہیں وہ منظر ہے جس کے سامنے تمام حسین مناظر کی رعنائی ماند پڑ جاتی ہے۔

اب اِس غزلِ ناتمام کو حضرت مولانا اَسعد اللہ صاحب ناظم مظاہر علوم سہارنپور کی اِس خوبصورت غزل پر تمام کرتا ہوں :

اِنسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ
ہے چشمِ دل کے واسطے کاجل مطالعہ
دُنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ
کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ
کرتا ہے دُور جہل کی دلدل مطالعہ
تعلیم کے بڑھاتا ہے کس بَل مطالعہ
یہ تجربہ ہے خوب سمجھتے ہیں وہ سبق
جو دیکھتے ہیں غور سے اوّل مطالعہ
ہم کیوں مطالعہ نہ کریں ذوق و شوق سے
کرتے نہیں ہیں اَحمق و اَجہل مطالعہ
ناقص تمام عمر وہ رہتے ہیں علم سے
ہوتا نہیں ہے جن کا مکمل مطالعہ
کھلتے ہیں رازِ علم اُن ہی کے قلوب پر
جو دیکھتے ہیں دل سے مسلسل مطالعہ
اسعدؔ مطالعہ میں گزاروں تمام عمر
ہے علم و فضل کے لیے مشعل مطالعہ

اَخبار الجامعہ

﴿جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور﴾

گزشتہ ماہ ۵؍محرم الحرام ۱۴۳۸ھ کو جامعہ مدنیہ جدید میں مسجد حامد کی چھت پر شمسی توانائی کے پینل اور کنٹرول روم میں آلات کی تنصیب کا کام مکمل ہوا اور بعد مغرب شبِ جمعہ اساتذہ اور عملہ کی موجودگی میں اِفتتاح کے بعد دُعائے خیر کی گئی، اِس شمسی نظام پر تقریبًا تیس لاکھ روپے کی خطیر رقم خرچ ہوئی، بیس کلوواٹ کا یہ سولر سسٹم تقریبًا ایک ہزار آٹھ سو یونٹ کی ماہانہ پیداواری صلاحیت رکھتا ہے جو دو اِنورٹرز، بیس بیٹریوں اور اڑتالیس سولر پینلز پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ اِس کارِ خیر میں حصہ لینے والے احباب اور فنی ماہرین کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

۱۷؍محرم الحرام ۱۴۳۸ھ/ ۱۹؍اکتوبر ۲۰۱۶ء کو جامعہ مدنیہ جدید کے دارُالاقامہ کی زمینی منزل کے بعد بالائی منزل کی تعمیر کا کام شروع ہوا والحمد للہ، تقریبًا دو کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے اِس موقع پر اساتذہ اور طلباء نے اِس منصوبہ کی بخیر اور جلد تکمیل پانے کی دُعا کی۔

۲۳؍محرم الحرام ۱۴۳۸ھ/ ۲۵؍اکتوبر ۲۰۱۶ء کو گندے پانی کی نکاسی کے لیے سیوریج سسٹم پر بھی کام کا آغاز ہوا جس کے ابتدائی مرحلہ پر تقریبًا چالیس سے پچاس لاکھ روپے کی لاگت آئے گی اللہ تعالیٰ ہر چھوٹے بڑے معاونین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

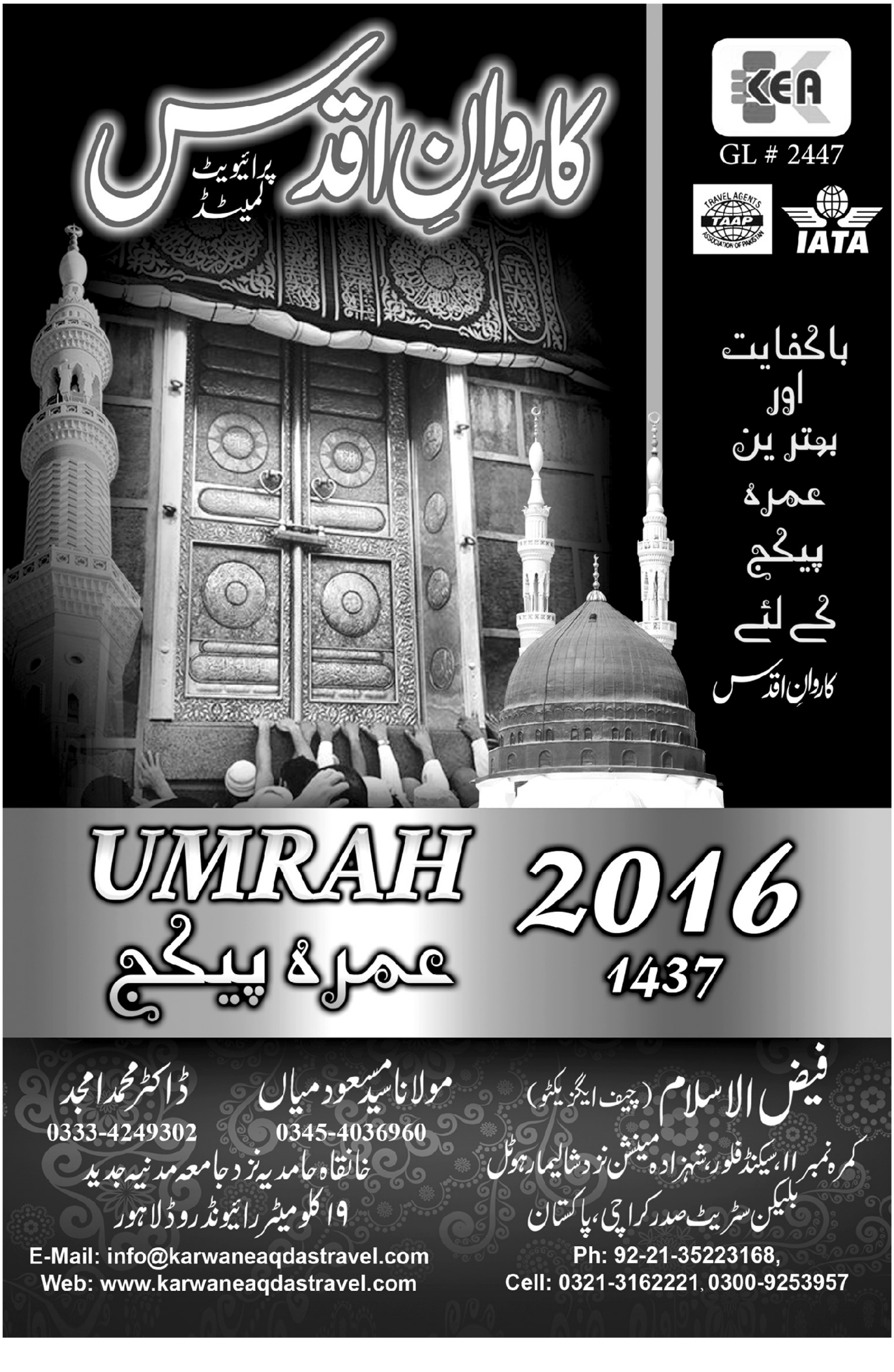
کاروانِ اقدس
پرائیویٹ لمیٹڈ
GL # 2447
TAAP
IATA
باکفایت
اور
بہترین
عمرہ
پیکج
کے لئے
کاروانِ اقدس
UMRAH 2016
عمرہ پیکج
1437
فیض الاسلام (چیف ایگزیکٹو)
کمرہ نمبر ۱۱، سیکنڈ فلور، شہزادہ مینشن نزد شالیمار ہوٹل
بلیکن سٹریٹ صدر کراچی، پاکستان
مولانا سید مسعود میاں
0345-4036960
ڈاکٹر محمد امجد
0333-4249302
خانقاہ حامدیہ نزد جامعہ مدنیہ جدید
۱۹ کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور
E-Mail: info@karwaneaqdastravel.com
Web: www.karwaneaqdastravel.com
Ph: 92-21-35223168,
Cell: 0321-3162221, 0300-9253957

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67

مسجد حامد کی چھت پر نصب 48 سولر پینلز کا منظر

سولر سسٹم کا کنٹرول روم

Waseem Graphics, 0333-4165728